اداریہ

عشرہ ہوا تمام مرثیہ مشرقین کا

عشرہ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ (۲۰۱۳ء) مجموعی لحاظ سے خیریت سے گزرا۔ ہاں البتہ راولپنڈی میں جلوسِ عزا پر ناخوشگوار واقعہ رونما ہوا۔ گیارہ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ پچاس کے قریب لوگ زخمی ہوئے۔ اس واقعہ کے ردعمل میں مختلف مقامات پر توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کے واقعات پیش آئے۔ گویا محرم کے بعد حالات بے قابو ہوگئے۔ ابھی تک مختلف علاقوں اور شہروں میں کشیدگی موجود ہے۔ تخریب کاری کے امکانات کافی حد تک پائے جاتے ہیں۔ سیکورٹی اداروں کی غفلت اور لاپرواہی سے راولپنڈی کا سانحہ رونما ہوا۔ اب نہایت احتیاط کی ضرورت ہے، تاکہ آئندہ ایسے نقصان دہ واقعات نہ دہرائے جائیں۔ نیز راولپنڈی سانحہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کروا کر مجرموں اور ان کے پس پشت حامیوں کا قلع قمع کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔...... کچھ عرصہ سے تخریب کار اور دہشت گرد اپنے مذموم عزائم پورا کرنے کے لیے مساجد، امام بارگاہوں، گرجوں اور مندروں کو نشانہ بنا رہے ہیں، جس سے قیمتی جانوں کا ضیاع املاک کی تباہی اور ملک پاکستان کی بدنامی ہو رہی ہے۔ اس سے ملکی معیشت پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ جب بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ ہوتا ہے تو حکومتی ادارے زبانی جمع خرچ کر کے اشک شوئی کر دیتے ہیں، مضبوط اور موثر اقدامات نہیں کیے جاتے۔......ضرورت اس امر کی ہے کہ مجرموں اور دہشت گردوں کا نیٹ ورک ختم کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں۔...... علمائے کرام اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ اپنے اپنے مکاتب فکر کے لوگوں کو اعتدال اور میانہ روی کی تلقین کریں۔ قتل و غارت گری کے نقصانات اور مسلمان بھائی کا خون بہانے کی روک تھام کی فکر پیدا کریں۔ پاکستان میں شیعہ کشی اور قتل و غارت بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے، ٹارگٹ کلنگ میں شیعہ ڈاکٹرز، انجینئرز، علماء اور دانش ور حضرات کو بے دریغ مارا جا رہا ہے۔ قانون اور قانون کے محافظ خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ لادین اور انتہا پسند مذہبی گروہ ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں، ملک خانہ جنگی کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اگر اس صورت سے سختی سے نہ نمٹا گیا تو ملک تباہی کے کنارے پہنچ جائے گا۔ اس سے پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کو فائدہ پہنچے گا، غیر ملکی ایجنڈے پر کام کرنے والے لوگوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ پاکستان کی بقا سے ہماری بقا ہے اور اگر خدانخواستہ ملک کی سلامتی داؤ پر لگ گئی تو ملک کو آگ لگانے والے بھی بچ نہ سکیں گے۔ شیعیانِ پاکستان سے گزارش ہے کہ ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اتحاد بین المومنین کی اشد ضرورت ہے، جو قوم اختلاف اور انتشار کا شکار ہو جاتی ہے تباہی و بربادی ان کا مقدر ہوتی ہے۔ آپس میں اتحاد کریں اور حکومتی اداروں سے تعاون کے ساتھ اپنی حفاظت کا ذاتی طور پر انتظام کریں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کو سلامتی عطا فرمائے اور پاکستان کے دشمنوں کے عزائم خاک میں ملائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

باب العقائد

مفہوم رجعت کی تعیین

اور اس کا ضروریاتِ مذہب سے ہونا

(گزشتہ سے پیوستہ)

کیفیت رجعت پر اجمالی ایمان رکھنا کافی ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی مؤسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

باقی رہیں اس رجعت کی تفاصیل کہ آیا جناب رسولِ خدا اور تمام ائمہ ہدیٰ علیہ و علیہم السلام تشریف لائیں گے یا بعض اور تمام کے تشریف لانے کی صورت میں آیا سب بزرگوار یکبارگی تشریف لائیں گے یا یکے بعد دیگرے؟ اور یکبارگی تشریف لانے کی صورت میں آیا ان کی سلطنت و حکومت ان کی سابقہ ظاہری وجودی ترتیب کے مطابق ہوگی یا اس کے بالعکس؟ اور ان کی مدت حکومت و سلطنت کس قدر طویل ہوگی؟ یہ اور اس قسم کی دیگر بعض تفاصیل کے متعلق اخبار و آثار قدرے مختلف ہیں۔ بعض علماء اعلام نے اس اختلاف کا کھلے لفظوں میں اقرار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ جزائری لکھتے ہیں:

الحق ان الاخبار الواردة فی الرجعة مختلفة جدا مع کثرتها فمن جملة اختلافها ترتیب ملك الائمة علیهم السلام الخ

یعنی حق و انصاف یہ ہے کہ رجعت کے بارے میں اخبار باوجود کثیر التعداد ہونے کے باہم بہت مختلف ہیں۔ من جملہ ان کے باہمی اختلاف کے ایک اختلاف یہ ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی بادشاہی کی ترتیب کس طرح ہوگی؟

انہی اختلافات کے پیش نظر علمائے محققین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان امور کے متعلق اجمالی ایمان و ایقان رکھنے اور تفاصیل کا علم حضرات ائمہ علیہم السلام کے سپرد کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ سید عبداللہ شبر (جنھیں مجلسی ثانی کہا جاتا ہے) اپنی کتاب حق الیقین عربی جلد ثانی میں مکمل اڑتالیس صفحات تک مباحث رجعت لکھنے کے بعد بعنوان ''تنبیہ'' رقمطراز ہیں:

قد عرفت من الایات المتکاثرة و الاخبار المتواترة و کلام جملة من المتقدمین و المتاخرین من شیعة الائمة الطاهرین ان اصل الرجعة حق لا ریب فیه و لا شبهة تعتریه و منکرها خارج من ربقة المومنین فانها من ضروریات مذهب الائمة الطاهرینؑ و لیست الاخبار فی الصراط و المیزان و نحوها مما یجب الاذعان به اکثر عدداً و اوضح سنداً و اصرح دلالةً و افصح مقالةً من اخبار الرجعة و اختلاف خصوصیاتها لا یقدح فی حقیقتها کوقوع الاختلاف فی خصوصیات الصراط و المیزان و نحوها فیجب الایمان باصل الرجعة اجمالاً و ان بعض المؤمنین و بعض الکفار یرجعون الی الدنیا و ایکال تفاصیلها الیهمؑ و

الاحادیث فی رجعة امیرالمؤمنین و الحسین متواترة معنی و فی باقی الائمة قریبة من التواتر و کیفیة رجوعهم هل علیٰ الترتیب او غیره فکل علمها الیٰ اللہ سُبحانه و الیٰ اولیائهٗ

یعنی آیاتِ متکاثرہ، اخبارِ متواترہ اور بہت سے شیعہ علماءِ متقدمین ومتاخرین کے کلام سے تمھیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل رجعت برحق ہے۔ اس میں ہرگز کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور اس کا منکر زمرۂ ایمان سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ ضروریاتِ مذہب امامیہ میں سے ہے۔ صراط ومیزان وغیرہ وہ امورِ اخرویہ جن پر ایمان رکھنا واجب ہے کے متعلق جو روایات وارد ہیں وہ ان روایات سے جو عقیدۂ رجعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، نہ سند کے لحاظ سے زیادہ مُعتبر ہیں اور نہ عدد کے اعتبار سے زیادہ ہیں۔ اور نہ دلالت کے لحاظ سے زیادہ واضح ہیں۔

رجعت کے بعض خُصُوصیات میں اختلاف کا ہونا اصل رجعت کی حقانیت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ جس طرح کہ صراط ومیزان وغیرہ امور کی خُصُوصیات میں اختلاف موجود ہے (جس کی تفصیل بعد میں بیان ہوگی) لہٰذا اصل رجعت پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اس میں بعض مخلص مومن اور بعض خالص کافر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اور اس کے باقی تفصیلات کو ائمہ اطہارؑ کے سپرد کرو۔

حضرت امیرالمومنینؑ اور جناب سید الشہداءؑ کی رجعت کے بارے میں تو احادیث تواتر معنوی تک پہنچے ہوئے ہیں اور باقی ائمہ طاہرینؑ کی رجعت کے متعلق قریب بہ تواتر ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو یکبارگی تشریف لائیں گے یا یکے بعد دیگرے اور پھر سابقہ ترتیب کے مطابق یا اس کے خلاف۔ ان حقائق کو خداوند عالم اور اس کے اولیاء علیہم السلام کے سپرد کردو۔

زمانہ رجعت میں کیا ہوگا

ان سب امور کا تذکرہ جو اس وقت وقوع پذیر ہوں گے تو موجب طوالت ہے۔ ہاں مومنین کرام کی جلاء ایمانی کی خاطر مختلف احادیث شریفہ سے مُنتخب کرکے یہاں چند امور کی ایک اجمالی فہرست درج کی جاتی ہے۔

① امام زمانہ کے مُظفّر منصور لشکر میں جن وانس اور فرشتے شامل ہوں گے۔

② تمام حیوان وطیور درند و پرند اور چرند کی موجودہ باہمی نفرت مبدل بالفت ہوجائے گی اور وہ سب باہم مل جل کر نہایت خوشگوار زندگی بسر کریں گے۔

③ زمین اپنے تمام مخفی خزانے خدمت امام عالی مقامؑ میں پیش کردے گی۔

④ بارش بروقت ہوگی اور اس کی وجہ سے میوہ جات اور دیگر ہر قسم کی نعمات بکثرت ہوں گی۔

⑤ تمام اہل ایمان کے پاس مال ودولت کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ حقوق مالیہ (زکوٰۃ وخمس وغیرہ) کا مستحق ملنا دشوار ہوجائے گا۔

⑥ امام زمانہؑ کے وجود ذی جود کی برکت سے اہل ایمان کی عقلیں کامل ہوجائیں گی۔

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب الاعمال

نماز کے فضائل اور اس کا ثواب اور ترک نماز کا عذاب و عقاب

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

نماز کے فضائل اور اس کا ثواب

نماز کے اس قدر فضائل ہیں کہ اس مختصر میں ان تمام کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں بطور تبرک چند فضائل ذکر کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

① آیت مبارکہ ان الحسنات یذھبن السیئات (کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں) کی تفسیر میں حضرت امیر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: الصلوۃ الخمس کفارۃ لما بینھن ما اجتنب الکبائر۔ یہ نماز پنجگانہ ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے، بشرطیکہ گناہانِ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ (مُستدرک بحوالہ دعائم الاسلام)

② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تمھارے دروازہ پر نہر جاری ہو اور تم اس میں شبانہ روز میں پانچ مرتبہ غسل کرو تو کیا تمھارے جسم پر کچھ میل رہ جائے گا؟ اس نماز کی مثال اسی جاری نہر والی ہے، یہ تمام گناہوں کی کثافت کو اسی طرح دور کر دیتی ہے سوائے اس گناہ کے جو انسان کو ایمان سے خارج کر دے۔ (جعفریات)

③ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہی کہ اگر سونے سے بھرا ہوا گھر خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے تو اس سے ایک حج افضل ہے اور ایک نماز فریضہ ایسے بیس حج سے افضل ہے۔ (انوار المجالس)

④ ایک حدیث میں انہی جنابؑ سے یہاں تک مروی ہے فرمایا: صلوٰۃ فریضۃ تعدل عند اللہ الف حجۃ و الف عمرۃ مبرورات متقبلات۔ ایک نماز فریضہ خدا کے نزدیک ایسے ایک ہزار حج اور ایسے ایک ہزار عمرہ کے برابر ہے جو مبرور و مقبول ہوں۔ (العروۃ الوثقیٰ)

⑤ نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: احب العباد الی اللہ عز و جل صدوق فی حدیثہ محافظ علیٰ صلوٰۃ و ما افترض اللہ علیہ مع اداء الامنۃ۔ خدا کو اپنے سب بندوں سے زیادہ محبوب وہ ہے جو گفتگو میں سچا ہے نماز اور دیگر فرائض کو پابندی سے ادا کرتا ہے اور امانت کو ادا کرتا ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

ترکِ نماز کا عقاب و عذاب

اسی طرح ترکِ نماز کی مذمت میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں خواب غفلت میں سوئے ہو۔ کے

لوگوں کو جگانے کے لئے بطور تنبیہ غافلین یہاں چند روایات درج کی جاتی ہیں۔

① حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے آباء واجداد طاہرین کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: لاتضیعوا صلوٰتکم فان من ضیع صلوٰۃ حشر مع قارون وھامان وکان حقًا علی اللہ ان یدخلہ النار مع المنافقین فالویل لمن لم یحافظ علی صلوٰۃ واداء سنۃ نبیّہ۔ نماز کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنی نماز کو ضائع کرے گا وہ قارون وہامان کے ساتھ محشور ہوگا اور خدا پر لازم ہوگا کہ اس کو منافقین کے ساتھ جہنم میں داخل کرے۔ افسوس اس کے لیے جو اپنی نماز کی محافظت نہیں کرتا اور اپنے پیغمبرؐ کی سنت کو ادا نہیں کرتا۔

(عیون اخبار الرضا)

② حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "لاینال شفاعتی من استخف بصلوٰۃ لا یرد علی الحوض"۔ جو شخص اپنی نماز کو خفیف سمجھے گا اس کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ سکے گا۔ (فروع کافی)

③ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: یا بنی لاینال شفاعتنا من استخف بصلوٰۃ۔ بیٹا جو شخص اپنی نماز کو حقیر سمجھے گا وہ ہم اہل بیتؑ کی شفاعت حاصل نہیں کر سکے گا۔ (فروع کافی)

④ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اسرق السراق من سرق صلوٰتہ"۔ سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز کی چوری کرتا ہے یعنی اس کے رکوع وسجود کو مکمل طور پر نہیں بجالاتا۔ (مستدرک الوسائل)

⑤ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جس نے رکوع وسجود کو مکمل طور پر ادا نہیں کیا تھا فرمایا: نقر کنقر الغراب (اس نے نماز پڑھی نہیں بلکہ) کوے کی طرح ٹھونگے لگائے ہیں۔ پھر فرمایا: لئن مات ھٰذا وھٰکذا صلوٰتہ لیموتن علی غیر دینی۔ اگر یہ شخص مر جائے اور اس کے نامہ اعمال میں اس قسم کی نماز درج ہو تو وہ یقیناً میرے دین پر نہیں مرے گا۔

(کافی تہذیب الاحکام، عقاب الاعمال وحدائق ناضرہ)

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ"۔ (سورۃ مومنون)

"صرف وہی اہل ایمان کامران ہوں گے جو اپنی نمازوں کو خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے ہوں گے"۔

باب التفسیر

جہاد کرنے والوں کے اقسام

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۚ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۛ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

(سورۃ النساء: ۷۶ تا ۷۷)

ترجمۃ الآیات

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس تم شیطان کے حوالی، موالی (حامیوں) سے جنگ کرو۔ یقیناً شیطان کا مکر وفریب نہایت کمزور ہے۔ (۷۶)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر جب ان پر جدال وقتال فرض کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے اس طرح سے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے یا اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگا: پروردگار! تو نے کیوں (اتنا جلدی) ہم پر جہاد فرض کر دیا۔ اور تھوڑی مدت تک ہمیں مہلت کیوں نہ دی؟ (اے نبیؐ) کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور جو متقی و پرہیزگار ہے اس کے لیے آخرت بہتر ہے اور تم پر کھجور کی گٹھلی کے ریشہ برابر (ذرہ بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۷۷)

تفسیر الآیات

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ ...... الآیۃ

خداوند عالم نے آیت نمبر ۷۱ میں دستوں کی شکل میں یا لشکر جرار کی صورت میں جہاد کرنے کا حکم دیا۔ آیت نمبر ۷۴ میں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا۔ اور آیت نمبر ۷۵ میں نرغہ اعداء میں گھرے ہوئے مُسلمانوں کی گلوخلاصی کرانے کی خاطر قتال کا حکم دیا۔ جس سے مُستفاد ہوتا ہے کہ زمین کے جس خطہ میں بھی مُسلمان کفار کے پنجہ ظلم میں گرفتار ہوں، تو دوسرے تمام مُسلمانوں پر فرض کفائی ہے کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مخلصی کی کوئی سبیل پیدا کریں۔

جہاد کرنے والوں کے اقسام

بہر حال اب اس آیت میں خدا نے جہاد و قتال کرنے والوں کی تقسیم کی ہے کہ ان کی دو قسمیں ہیں:

① کچھ اہل ایمان جو کلمۂ حق بلند کرنے کا نظام عدل قائم کرنے اسلامی اقدار کو اجاگر کرنے اور قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے جنگ لڑتے ہیں۔

② اور کچھ کافر ہیں طاغوت، یعنی شیطان کی راہ میں یعنی کسی ملک پر ناجائز قبضہ کرنے، آزاد قوموں کو غلام بنانے کے اسلام مٹانے، کفر پھیلانے اور مفتوحہ ممالک کے تمام قدرتی وسائل و ذخائر کو اپنے زیر استعمال لانے، الغرض تمام تر مادی اور دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لیے جنگ کرتے ہیں۔

یہی مقصد و ہدف کا اختلاف ہے، جو ایک ہی کام (جنگ) کو کبھی قابل داد و تحسین بنا دیتا ہے، کبھی لائق ملامت و نفرین بنا دیتا ہے۔ مقصد کے اختلاف سے ایک ہی کام کی نوعیّت بدل جاتی ہے۔ کہیں باعث اجر و ثواب قرار دے دیتا ہے اور کہیں موجب عذاب و عقاب۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ...... وَ نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ وَ نِیَّۃُ الْکَافِرِ شَرٌّ مِّنْ عَمَلِہٖ وَ لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی ......

یہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے وہ اپنی وضع کیوں بدلیں

الغرض قرآن نے یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ وہ جنگ کا حکم اس لیے نہیں دیتا کہ مُسلمان دوسرے لوگوں پر چڑھ دوڑیں، بلکہ اس لیے حکم دیتا ہے کہ مظلوموں کی حمایت کریں اور انھیں ظالموں کے پنجۂ ظلم سے بچائیں۔ خداوند عالم اہل ایمان کو حکم دے رہا ہے کہ شیطان کے حوالی موالی سے جنگ کرو، اور جہاد سے اپنے مقاصد حاصل کرنے اور شیطان کے حامیوں کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملانے کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگادو۔ تم حق پرست کا حق بین الاحق جو ہو اور وہ باطل پرست اور باطل نواز۔ لہٰذا وہ ہے جس پر چاہیں حرب و ضرب کی چالیں چلیں اور جس قدر وہیں لاؤ لشکر جمع کریں اور زبردست تیاری کریں تمھیں ہرگز خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ناکامی ان کا مقدر ہے۔ اس لیے شیطان کا مکر و فریب کمزور ہے اور فتح و فیروزی تمھارا نصیب ہے۔ اس لیے کہ حق و صداقت سے بڑی قوت و طاقت ہے صرف شرط یہ ہے کہ آدمی مومن ہو اور اس کی نیت خالص ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ

اونچا رہے اپنا علم بڑھتے رہیں یونہی قدم

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ

فائدہ: واضح رہے کہ یہاں قرآن نے شیطان کے مکر کو مکر کو کمزور قرار دیا ہے۔ خدا کا وعدہ ہے: وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (سُوْرَۃُ الرُّوْم: ۴۷) اور سورۂ یوسف میں عورتوں کے مکر کو عظیم قرار دیا ہے۔ اس آیت کی واضح وجہ یہ کہ مکر و طاقت میں اس طرح کا اختلاف ہے۔ طاقت زیادہ ہوتی ہے تو مکر کمزور ہوتا ہے اور طاقت کمزور ہوتی ہے، تو سارا کام مکر سے ہی نکالا جاتا ہے۔ (انوار القرآن)

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ ......الآیہ

اس آیت کی شان نزول مُفسّرین نے بالاتفاق یہ لکھی ہے کہ ہجرت سے پہلے سر زمین مکہ میں کفار و مشرکین پیغمبر اسلامؐ اور مُسلمانوں کو حد سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے۔ اور کئی بار ایسا ہوا کہ مُسلمانوں کے صبر و ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم کفار کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ چکے ہیں، ہمیں ان سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، مگر آنحضرت ﷺ ہر بار بحکم پروردگار یہی فرماتے کہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے پر اکتفا کرو۔ اور جنگ سے ہاتھ روکے رکھو۔ کیونکہ ہمیں جنگ کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ ہجرت کے پہلے سال بھی مُسلمانوں کا یہ اصرار جاری رہا۔ مگر آنحضرت ﷺ اس سلسلہ میں یہی جواب دیتے کہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ مدینے پہنچ کر پورا ایک سال گزر گیا مگر آنحضرتؐ نے نہ کوئی اسلحہ فراہم کیا اور نہ کوئی دوسرا سامانِ ضرب و حرب جمع فرمایا۔ اسی لیے تو کفار نے مُسلمانوں پر جنگ بدر مُسلّط کی۔ مُسلمان مجاہدین کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ کل تیرہ عدد تلواریں تھیں اور کل جمع دو گھوڑے تھے جس سے روز روشن کی یہ حقیقت واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی خدا اور رسولؐ کا ہدف اور مقصد جنگ کرنا نہیں تھا، یہ تو جب بادلِ ناخواستہ آپ کے سر پر آ گئی تو آپ کو چار و ناچار لڑنی پڑی۔ حتیٰ کہ جب ۲ھ میں مُسلمانوں کو "اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا" کہہ کر دفاعی جہاد کی اجازت ملی تو وہی لوگ جو حکم پروردگار (اور اپنے ہاتھوں کو روکتے) رہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو، کے حکیمانہ حکم کے خلاف اصرار کر رہے تھے کہ ہمیں قتال و جدال کی اجازت دی جائے۔ تو کفار کے مدینہ پر حملے کرنے کے منصوبہ سے جب دفاعی جنگ کرنے کا فریضہ عائد ہو گیا (کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ) تو خداوند عالم انہی لوگوں کی یہ کیفیت بیان فرما رہا ہے کہ "یَخۡشَوۡنَ النَّاسَ کَخَشۡیَۃِ اللّٰہِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡیَۃً" وہ لوگوں (کفار) سے اس طرح ڈرنے لگے جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے، یا اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگے: "رَبَّنَا لِمَ کَتَبۡتَ عَلَیۡنَا الۡقِتَالَ" اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی؟ "لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَا" اور ہمیں تھوڑے زمانہ تک مہلت کیوں نہ دی۔

جو خدا سے زیادہ بندوں سے ڈرے کیا وہ مومن ہو سکتا ہے؟

اب مُسلمان یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو اللہ سے زیادہ آدمیوں سے ڈرتے ہوں، کیا وہ واقعی جوہر ایمان کے حامل سمجھے جا سکتے ہیں؟ (فصل الخطاب)

یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی

علامہ قرطبی نے تصریح کی ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جب تک نماز و روزہ کا حکم تھا تو اس وقت تک تو پکے مومن بنے رہے۔ اب جب اسلام کی سربلندی کے لیے سر کٹانے کا موقع

باقی صفحہ ۲۲ پر

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص کسی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اور کسی سے دشمنی کرے تو خدا کی خاطر اور جو کسی کو کچھ دے تو خدا کی خاطر اس کا ایمان مکمل ہے۔

(اصول کافی)

② نیز انہی جناب سے مروی ہے، فرمایا: ایمان کے مضبوط دستوں سے یہ بات بھی ہے کہ تم کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لیے، کسی سے نفرت کرو تو اللہ کے لیے، کسی کو کچھ عطا کرو تو خدا کے لیے اور کسی کو کچھ نہ دو تو خدا کے لیے۔ (اصول کافی)

③ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں: مومن کا مومن سے خدا کے لیے محبّت کرنا ایمان کے عظیم ترین شعبوں میں سے ایک عظیم شعبہ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص کسی سے محبّت کرے تو خدا کے لیے اور کسی سے دشمنی کرے تو خدا کے لیے اور کسی کو کچھ دے تو خدا کے لیے اور کسی کو کچھ نہ دے تو خدا کے لیے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔ (ایضاً)

④ ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبّت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور ان کے چہروں اور جسموں اور منبروں کا نور ہر چیز کو روشن کر دے گا، یہاں تک کہ وہ اس کی وجہ سے پہچانے جائیں گے، اور کہا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں خدا کی خاطر باہم محبت کرنے والے۔ (اصول کافی)

⑤ حضرت رسولِ خدا ﷺ کسے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے، فرمایا: ہر ایک (نماز و روزہ اور جہاد وغیرہ) کے لیے فضیلت ہے مگر ایمان کے دستوں میں مضبوط ترین دستہ اللہ کی خاطر نفرت کرنا اور اللہ کے دوستوں سے دوستی کرنا اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے۔

(اصول کافی)

ولنعم ماقیل:

سوالات جناب محمد انیس رضا آف پہاڑپور

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ خیبر پختون خواہ پاکستان

سوال نمبر ۱: عذابِ قبر اور عذابِ برزخ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ دونوں عذاب حقوق اللہ یا حقوق العباد پر ہوں گے؟

الجواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! دنیا اور عالم آخرت (قیامت) کے درمیانی زمانہ کو برزخ کہا جاتا ہے، جو قبر میں دفن کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اور عذاب قبر بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ مکمل حساب و کتاب اور مکمل جزا و سزا تو قیامت کے بعد دی جائے گی، البتہ عالم برزخ بعض نیکیوں کی جزاء اور بعض گناہوں کی کچھ سزا عالم برزخ میں دی جاتی ہے۔ جس میں حقوق اللہ اور بعض حقوق العباد شامل ہیں۔ اس موضوع کی تفصیلات ہماری کتاب احسن الفوائد میں دیکھی جائیں۔ اِنْ شَاءَ اللہ

سوال نمبر ۲: جو سجدہ منت کے طور پر مانا جاتا ہے اس سجدہ منت کے لیے وضو ضروری ہے یا طہارت کافی ہے؟

الجواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! ایسے سجدہ کے لیے وضو ضروری نہیں ہے۔ وَاللہُ العَالِم

سوال نمبر ۳: قرآنِ پاک کی جو سورتیں زبانی یاد ہوں، ان کو اگر آدمی زبانی پڑھنا چاہے تو زبانی پڑھنے کے لیے وضو ضروری ہے یا طہارت کافی ہے؟

الجواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! اس مقصد کے لیے وضو ضروری نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر ۴: مسجد کوفہ کے باہر ایک روضہ ہے جس پر لکھا ہوا ہے: "خدیجہ بنت علیؑ" اس کے بارے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر ۵: حضرت علیؑ کی مزار کے بارے آپ کے رسالہ "دقائق اسلام" میں تفصیل ہے۔ لیکن حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے مزارات کے بارے آگاہ کیجیے کہ ان کی تاریخ کب سے شروع ہوتی ہے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! جب سے حضرت صادق آلِ محمد علیہم السلام کے دور میں اور انہی کے ارشادات کے مطابق حضرت امیر علیہ السلام کی قبر مبارک کا انکشاف ہوا۔ انہی کے ارشاد کے مطابق جناب آدمؑ و جناب نوحؑ کے مزارات کا بھی انکشاف ہوا۔

سوال نمبر ۶: نجفِ اشرف میں حضرت علیؑ کے روضہ میں ایک سونے کا زنجیر پڑا ہوا ہے۔ سنا ہے کہ نادر بادشاہ جب زیارت کے لیے آتا تھا تو وہ یہ زنجیر اپنے گلے میں ڈال کر زیارت کرتا تھا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! مشہور یہی ہے۔ ہم نے وہاں یہی سنا تھا۔ و اللہ العالم بحقیقۃ الحال

سوال نمبر ۷: ایک آدمی عربی میں قرآن پڑھا ہوا نہیں ہے، کیا اسے قرآن مجید کا اردو ترجمہ پڑھنے سے ثواب ملے گا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! ہمت کر کے عربی زبان سیکھنی چاہیے۔ اور نہیں تو کم از کم قرآن مجید کی تلاوت تو اس کی زبان میں کرنی چاہیے۔ ع

ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا؟

اور اگر بالفرض بالکل نہ پڑھ سکے تو پھر ترجمہ پڑھنے پر بھی خدا اسے ثواب عطا فرمائے گا۔

انشاء اللہ

سوال نمبر ۸: جو مرد یا عورت لاولد فوت ہو جائے تو اس کی نماز ہدیہ والدین کون پڑھے گا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! نماز ہدیہ والدین پڑھنا اولاد کے لیے مُستحب ہے، کوئی واجب تو نہیں ہے۔ لہٰذا جس کی اولاد نہیں اس کی نہیں پڑھی جائے گی۔

سوال نمبر ۹: حج کے کیا معنی ہیں؟ کیا عمرہ کرنے والے شخص کو حاجی کہنا جائز ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! حج کے لغوی معنی تو قصد و ارادہ کے ہیں، لیکن شرعی اِصطلاح میں مخصوص ارکان و مناسک کا نام حج ہے۔ لہٰذا حاجی یا حاج اس مخصوص عبادت بجالانے والے کو کہا جائے گا، اور جو شخص عمرۂ مفردہ بجالائے اُسے معتمر کہا جاتا ہے نہ کہ حاجی۔

سوالات: سید محمد رضا شاہ نقوی

قادر پورراں ضلع ملتان

سوال نمبر ۱: موبائل فون پر دورانِ کال اگر بیلنس ختم ہو جائے تو کمپنی کال جاری رکھنے کے لیے پانچ دس روپے کا ادھار دے کر صارف کو سہولت مہیا کرتی ہے، بعد میں وہ دو تین روپے منافع لے کر کریڈٹ سے منہا کر لیتی ہے۔ شرعی نقطہ نگاہ میں کیا یہ سود تصور ہوگا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! ہاں! یہ سود کے زمرے میں داخل ہے۔

سوال نمبر ۲: بیت الخلاء میں بعض اوقات نجاست پر مکھیاں، مچھر وغیرہ بیٹھا ہوتا ہے۔ اگر وہ لابس یا کپڑے پر وہاں سے اڑ کر بیٹھ جائیں، اور لباس یا بدن گیلا ہو جائے تو کیا وہ لباس یا بدن نجس ہو جائے گا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! اگر ان کے بیٹھنے سے بدن یا لباس گیلا ہو جائے تو بدن یا لباس کو پاک کرنے کی احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر بدن یا لباس گیلا نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳: ہم باغوں کا کاروبار کرتے ہیں بالخصوص فالسے کا۔ جب جون جولائی میں فالسے کا پھل توڑ لیا جاتا ہے تو فوراً ہی مالک باغ بولی وغیرہ کے ذریعے نئے سال کے لیے سودا کر دیتا ہے۔ دونوں فریقوں کو پابند کرنے کے لیے باقاعدہ اسٹامپ پیپر پر شرائط و ضوابط تحریر کر دی جاتی ہیں۔ یہاں سارے باغات اسی طریقہ سے پھل آنے سے پہلے بیچ دیے جاتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں بیع درست ہوگی؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! کسی ضمیمہ کے بغیر ایسی بیع و شرا جائز نہیں ہے۔ کوئی ضمیمہ ہمراہ ہونا چاہیے، تاکہ اگر باغ نہ پھلے تو باغ کی قیمت اس ضمیمہ کی قیمت قرار پائے گی۔

سوال نمبر ۴: دورانِ عمرہ مفردہ مسجد نبویؐ میں نماز مغرب ان کے شرعی وقت کے مطابق مشرق کی سرخی ختم ہونے سے قبل شروع ہو جاتی تھی، تو کیا وہ ہماری نمازیں ٹھیک ہیں یا ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! چونکہ نماز کے اختتام سے پہلے نماز کا شرعی وقت داخل ہو جاتا ہے، لہٰذا ایک رکعت بھی وقت کے اندر پڑھی جائے تو نماز صحیح ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ

سوال نمبر ۵: ہم کوشش کرتے تھے کہ ایرانیوں کے ہمراہ قالین کی بجائے فرش پر نماز ادا کرتے تھے۔ لیکن کچھ نمازیں ریاض الجنۃ میں ادا کیں، وہاں اردگرد مُتعصّب لوگ ہوتے تھے، اس لیے تقیّہ کی نیت سے قالین پر ہی سجدہ کرتے، کیا وہ نمازیں ادا ہوگئی ہیں یا ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! ان نمازوں کی قضا کی جائے۔ واللہ العالم

سوال نمبر ۶: امام خانہ کعبہ اور امام مسجد نبوی کی اقتداء میں نماز ہو سکتی ہے یا فرادیٰ پڑھی جائے؟ حالانکہ ان کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ مُتعصّب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! اپنی اذان و اقامت کہہ کر فرادیٰ کی نیت سے شامل ہو سکتے ہیں، اور اپنی قرائت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷: طواف خانہ کعبہ میں بتایا گیا تھا کہ آپ نے مقامِ ابراہیمؑ سے اندر اندر سات چکّر لگانا ہے۔ باہر نکلنے کی گنجائش نہیں۔ زیادہ رش کی وجہ سے ایک دو چکّر مقامِ ابراہیمؑ سے باہر لگ جائیں تو وہ آپ کے ہاں ٹھیک ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! ان کو باطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں البتہ خلافِ احتیاط ہے۔ و اللہ العالم

تتمہ سوالات: سید محمد رضا شاہ نقوی

قادر پور راں ضلع ملتان

سوال نمبر ۸: ''کتاب مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہُ'' جلد اول باب کیفیت صلوٰۃ حدیث نمبر ۹۴۴ صفحہ ۱۷۸ او ۱۷۹ طبع کراچی ۱۹۹۴ء، زرارہ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے، آپ تشہد میں پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کُلُّهَا لِلّٰہِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّہٖ وَ لَوْ كَرِہَ الْمُشْرِكُوْنَ، اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ الطَّاهِرَاتُ وَ الزَّاكِیَاتُ ...... تا آخر

جبکہ اس میں درود پاک بھی نہیں ہے...... کیا اس کو نماز میں پڑھا جا سکتا ہے یا اس میں کمی و بیشی کر کے کیا کیا پڑھا جائے۔ یہ روایت علم درایت کی روشنی میں کہاں تک درست ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! یہ تشہد مستحبّ اجزاء پر مشتمل ہے، جو پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر تشہد میں صرف شہادتین اور

درود شریف کا پڑھنا ہے، جو کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ ویسے یہ روایت معتبر ہے۔

سوال نمبر ۹: کیا نمازِ شب بھی الفقیہ کی روایت کے مطابق پڑھی جاسکتی ہے؟ یعنی پہلے آٹھ نوافل دو دو کر کے اور اس کے بعد تین وتر، جس میں ایک سلام ہے، فصل دینے کا ذکر ہے۔ حدیث نمبر ۶۷۹، امام محمد باقرؑ سے روایت ہے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! اس روایت میں جو تین رکعت وتر میں ایک سلام سے فصل کرنے کا جو تذکرہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعت شفع پر سلام پھیرا جائے اور بعد ازاں ایک رکعت علیحدہ پڑھی جائے۔ اس طرح یہ روایت بھی دوسری روایتوں کے مطابق ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۱۰: زائچہ نکالنا، اپنے نام کا اسم اعظم نکالنا اور اس کا وِرد، ستارے کے مطابق نگینہ پہننا وغیرہ، اس میں کس حد تک صداقت ہے۔ کیا ان باتوں پر اعتقاد درست ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! ان چیزوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ ہر نگینہ کی کوئی نہ کوئی خاصیت ہے اور وہ سب لوگوں کے لیے ہے، کسی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۱: رجعت کے متعلق کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! اس سلسلہ میں "اَحْسَنُ الْفَوَائِدِ فِیْ شَرْحِ الْعَقَائِدِ" کے باب "رِجعَت" کا مطالعہ کیا جائے۔ یہاں تفصیلی بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۲: تہران کے قریب طوس نامی پہاڑی پر جو مزار مقدس ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ جناب شہربانو ؑ والدہ محترمہ جناب امام زین العابدینؑ کی ہے۔ تاریخی حقائق کے مطابق یہ کس بی بی کی ہے اور یہ یہاں کیوں تشریف لائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! اس روایت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ محض سینہ گزٹ ہے۔ تفصیل معلوم کرنے کے لیے "سَعَادَتُ الدَّارَیْن" کا مطالعہ کیا جائے۔

سوال نمبر ۱۳: کربلائے معلّیٰ روضہ جناب ابوالفضل العباسؑ اصل قبر مطہر جو نیچے ہے، اس میں پانی کی موجودگی کا ذکر سنا ہے، جس کو سرداب کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ کہاں تک صداقت ہے؟ اس کو زائرین کے لیے بند کیوں کر دیا گیا ہے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! یہ سوال روضۂ مقدسہ کے متولیوں سے پوچھنا چاہیے۔ ہم تو اس کے صرف زائر ہیں متولی نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۱۴: اذان میں "اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللهِ" کب سے شروع ہوا؟ کیا اس کا پڑھنا گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! یہ فقرہ چوتھی صدی ہجری میں ایران میں آل بویہ (بنی دیلم) کے دورِ حکومت میں اذان میں داخل کیا گیا۔ تفصیل کے لیے "اِصْلَاحُ الرُّسُوْم" کا مطالعہ کیا جائے۔

سوال نمبر ۱۵: بجلی، گیس وغیرہ کا بل مقررہ تاریخ پر ادا نہ کیا جائے تو محکمہ کی جانب سے آٹھ دس فیصد جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ اگلے ماہ اس کو جرمانہ پلس (+)

ہو کر آجاتا ہے۔ کیا یہ بھی سود شمار ہوگا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! یہ بروقت بل ادا نہ کرنے کا جرمانہ ہے، سود نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۶: داڑھی کی شرعی حیثیت کتنی ہے؟ بعض لوگ رخساروں کا خط بنواتے بنواتے بہت نیچے تک آنے دیتے ہیں۔ اس طرح سے کیا گردن کی طرف سے خط بنوانا لازمی ہے؟ صرف ٹھوڑی پر بال رہنے دینا اور باقی دونوں اطراف سے صاف کر دینا، جیسے سعودی حکام کی ہے، کیا اس کو بھی داڑھی شمار کیا جاتا ہے؟ واضح فرمادیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! اتنی داڑھی رکھو تا کہ چہرہ پر داڑھی نظر آئے۔ یہ مقدار واجب ہے۔ ہاں البتہ مٹھی بھر رکھوانا سنت ہے، اور اس سے زیادہ مکروہ ہے...... رخساروں کا صاف کرنا جائز ہے لیکن داڑھی پر اس کی زد نہیں پڑنی چاہیے۔ فیشنی داڑھی جائز نہیں ہے۔ اور گردن کے بال منڈوانا ضروری نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۱۷: اسٹیٹ لائف انشورنس (بیمہ زندگی) سے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! جائز ہے۔ تفصیل معلوم کرنے کے لیے "قوانین الشریعۃ" جلد ۲ کے آخر میں مسائل جدیدہ کے ضمن میں دیکھی جائے۔

سوال نمبر ۱۸: آج کل تقریباً ستر فیصد مومنین ننگے سر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ کیا عمامہ سر پر باندھنا صرف علماء کے سر کا تاج ہے یا عوام الناس بھی اس فضیلت سے شرف یاب ہو سکتے ہیں؟ سیاہ عمامہ سید باندھتے ہیں، اور غیر سید سفید۔ یہ تقسیم کار آپ کے ہاں مستند ہے یا سینہ گزٹ؟ کیا سبز عمامہ بھی ائمہ اطہارؑ کی سنت ہے؟ باندھا جا سکتا ہے یا صرف دعوتِ اسلامی والے اس سے استفادہ کرتے رہیں گے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! کوئی عالم ہو یا جاہل، اس کے لیے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھنا اور غیر سادات کے لیے سفید رنگ کا باندھنا صرف عراق و ایران میں، اور یہاں صرف رسم ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۹: مباہلہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے، جو اصحابِ کساء اور نصاریٰ کے مابین ہوا تھا، اسی طرح سے مجالس المومنین میں قاضی نور اللہ شہید ثالث نے تحریر فرمایا ہے۔ قاضی موصل اور محمد بن احمد جو مذہب شیعہ کے ثقہ و فقیہ اور فاضل تھے، کے مابین مباہلہ ہوا۔ کیا اس دور میں بھی اہل حق اہل باطل سے مباہلہ کر سکتے ہیں۔ مباہلہ کون کرے، اس کی کیا خصوصیات ہوں، کیا اس کے بارے میں ائمہ اطہارؑ کا واضح فرمان موجود ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! ائمہ اہل بیتؑ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ مباہلہ صرف معصومؑ کر سکتا ہے، و بس۔

ایک شب کا ذکر کیا اُسے جانے والے عرش پر
تیری ساری زندگی معراج ہی معراج ہے

یوں تو سرکار دو عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے حالات و اطوار کا قیاس دوسرے بنی نوعِ انسان کے عادات و اطوار پر کیا جائے تو سرکار کا ہر عمل ایک امتیازی صفت کا حامل ہوگا اور آپؐ کی زندگی میں کھانے پینے اور سونے جاگنے سے لے کر تبلیغ اسلام و قرآن تک ہر نکتہ قابلِ توجہ اور جاذبِ نظر ہوگا لیکن خصوصیت کے ساتھ مالک کائنات نے آپ کو چند ایسے خصوصیات کا حامل بنایا ہے جن میں آپ کا قیاس انبیاء و مرسلین اور شہداء و صدیقین پر بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اور انہی خصوصیات و امتیازات کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ "ہر کسے را بہر کارے ساختند" کے اصول کے مطابق رب العالمین نے آپ کو کائنات کے عظیم ترین مقصد کی تکمیل کے لیے بھیجا تھا اور ایسے مقصد کی تکمیل کے لیے بعثت و ارسال کا مقصد ہی یہ تھا کہ ان تمام اسلحوں سے مسلّح کر کے بھیجا جائے جو علمی یا عملی میدان میں دفاعِ دین و مذہب کے لیے ضروری ہوں اور ان تمام فضائل و کمالات سے مزین کر دیا جائے جن کے بغیر شخصیت کا اعتراف اور کمالات سے استفادہ ممکن نہیں ہوتا ہے اور شخصیت ہزار شکوک و شبہات کا ہدف بن جاتی ہے۔

مرسل اعظمؐ کے ان امتیازی نشانات کی دو قسمیں ہیں: بعض کا تعلق آپؐ کی ذاتِ اقدس اور اس کے کردار و اطوار اور رفتار و گفتار سے ہے اور بعض کا تعلق آپؐ کے وجودِ مقدس اور اس کے ماحول یا اضافی حالات سے ہے، جو شخصیت کے عملی امتیاز کا نتیجہ نہیں ہیں لیکن شخصیت کی عظمت کا ذریعہ ضرور ہیں اور ان سے کمالات کی جامعیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کسی ایک کتاب میں آپ کے جملہ امتیازات کا جمع کر دینا تقریباً ناممکنات میں ہے اور پھر جس نے اپنی زندگی میں ۴۴۴۴ معجزات پیش کیے ہوں اور ہزاروں خارقِ عادات امور کا مظاہرہ کیا ہو، اس کے امتیازات کی فہرست کے لیے بھی مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔ تشریح و توضیح کا مرحلہ تو بعد میں شروع ہوتا ہے، ذیل میں صرف چند امتیازات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ ایک اجمالی خاکہ نظر میں آجائے اور تفصیلات و تشریحات کے بارے میں غور کرنا یا لکھنا پڑھنا آسان ہو جائے۔

ولادت:

مشہور و معروف بات ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل میں ہوئی ہے

اور عام الفیل اسلامی تاریخ میں اس سال کو کہا جاتا ہے جب ابرہۃ الاشرم نے خانہ خدا کو منہدم کرکے اپنے خود ساختہ قبلہ وکعبہ کو واقعی کعبہ بنانے کا عہد کر لیا تھا اور اس عظیم کام کے لیے ایک سپر پاور ہاتھیوں کے لشکر کا بھی انتظام کر لیا تھا، جس کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ اہل مکہ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے اور خانہ خدا کا جوار بھی انھیں وحشت و دہشت سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ صرف ایک حضرت عبدالمطلبؑ (رسولِ اکرمؐ کے جد بزرگوار) تھے جنھوں نے اس سنگین ترین صورتِ حال میں بھی خانہ کعبہ کا دفاع کیا اور بھاگنے کے بجائے ابرہہ کے سامنے پہنچ گئے۔ ابرہہ ان کی اس جرأت وہمت اور عزم وحوصلہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور مصالحت کی پالیسی پر اتر آیا۔ عبدالمطلبؑ کا احترام کیا اور انھیں عزت کے ساتھ بٹھاتے ہوئے آنے کا سبب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ: تیرے لشکر والوں نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں، میں ان کا مطالبہ کرنے آیا ہوں۔

عبدالمطلبؑ کے مقابلہ کا اندازہ اتنا عجیب و غریب تھا کہ ابرہہ نے گھبرا کر اس حقیقت کو زبان پر جاری کر دیا جس کے بغیر عبدالمطلبؑ کا استدلال آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے سخت حیرت ہے کہ تمھیں اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور جس گھر کے متولی اور محافظ ہو اس کی فکر نہیں؟

عبدالمطلبؑ نے نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ فرمایا، بلکہ چیلنج کیا کہ جس طرح میں ان اونٹوں کا مالک ہوں، اس گھر کا بھی کوئی مالک ہے جو اسے بچالے گا، اور اس طرح ایک بہترین مبلغ کی حیثیت سے ابرہہ کو عظمت الٰہی کی طرف بھی متوجہ کیا اور انجام کار سے بھی آگاہ کر دیا، جو ہر مبلغ کا صریح طریقہ کار ہونا چاہیے کہ قوم کو ابتداء اور انتہا، مبدا اور معاد سے باخبر رکھے کہ باقی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

ابرہہ اس نکتہ کو نہ سمجھ سکا اور بالآخر حملہ کا قصد کر لیا۔ رب العزت نے اس قدر سپر پاور کے مقابلہ میں ایک ابابیل کا لشکر بھیج دیا، جس نے ابرہہ کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا اور اس کا اعلان اس انداز سے کہا کہ:

① ہمارے پاس ایک غیبی لشکر بھی رہتا ہے۔
② ہم سپر پاور (Super Power) کا مقابلہ لشکروں سے نہیں بلکہ کنکریوں سے کیا کرتے ہیں۔
③ ہمارا کام آخری مرحلہ تک اتمام حجت ہوتا ہے اور اس کے بعد عذاب نازل کرتے ہیں۔
④ ہمارے بھیجے ہوئے ابابیل اور پرندے بھی خطا کار نہیں ہو سکتے ہیں کہ کسی بے گناہ پر کنکر پھینک کر چلے آئیں۔
⑤ ہمارے مخلصین کا فرض ہے کہ ہماری امداد پر اعتماد رکھیں اور فرار کے بجائے مقابلہ کا راستہ اختیار کریں۔

تاریخ عرب میں اس واقعہ کو واقعہ اصحاب الفیل اور اس سال کو عام الفیل کہا جاتا ہے جس کا مفہوم ہی یہ ہے کہ خانہ خدا پر وارد ہونے والے لمحاتی مصائب نے سال کو عام الفیل بنا دیا۔ جس طرح کہ اسلام میں وفات خدیجہؑ وابوطالبؑ سے مرسل اعظمؐ پر وارد ہونے

والے صدمے نے اس سال کو عام الحزن بنا دیا اور تاریخ میں ایک مثل قائم ہوگئی کہ محدود مدت کا غم بھی پورے سال کو عام الحزن بنا سکتا ہے۔ اگر غم اسی قدر اہمیت کا حامل ہو،، دس پانچ دن کے ایام غم بن جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے؟

عام الفیل میں سرکاردوعالمؐ کی ولادت اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ اب کسی لشکر ابابیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اب خانہ خدا کا مستقل محافظ آرہا ہے۔ جس طرح کہ علیؑ کی ولادت کے بعد عرب کو کسی "معیار الولد" کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔

اور یہ بھی واضح کردیا گیا کہ جس طرح تم نے کل دیکھ لیا ہے کہ خدا کا بھیجا ہوا مختصر پرندہ بھی غلطی نہیں کرسکتا ہے ویسے ہی آج بھی اندازہ کرلینا کہ اسے بھی میں ہی بھیج رہا ہوں، لہٰذا اس کی زندگی میں بھی کسی خطا کا امکان نہیں ہے اور اس کی زندگی میں بھی خطا کا احتمال دینا ابرہہ پرستی ہے خدا پرستی نہیں ہے۔

اسلام میں واقعات کے تعارف میں عام الفیل کا استعمال دو مقامات پر ہوتا ہے۔ ولادت سرکاردوعالمؐ اور ولادت مولائے کائنات (۳۰ سنہ عام الفیل) اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ دونوں خدائی نمائندے ہیں اور دونوں کے کردار کا خدا ضامن ہے اور دونوں کے آنے کے بعد دین خدا اور خانہ کعبہ کو کسی غیبی لشکر کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔

رب العالمین نے اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے سورۂ قریش میں اپنے اس احسان کو یاد دلایا ہے کہ ہم نے ابرہہ کے لشکر کو فنا کرکے سردی وگرمی کے سفروں کو محفوظ کردیا اور بھوکوں کے کھانے پینے کا انتظام کردیا، جس میں اس امر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ بظاہر تو آمد ابابیل ایک منفی مقصد کے لیے تھی لیکن واقعاً اس کا ایک مثبت پہلو بھی ہے اور بھوکوں کا سیر کرنا اور خوف زدہ افراد کو اطمینان فراہم کرنا ہے۔

سنہ ۱ عام الفیل میں سرکاردوعالمؐ کی ولادت بھی انہی دونوں نکتوں کی طرف اشارہ ہے اور شاید اسی لیے آپ کی آمد کے لیے عبداللہ کے صلب اور جناب آمنہ کے بطن مبارک کا انتخاب کیا، تاکہ عالم انسانیت پر یہ بات واضح ہوجائے کہ دنیا کو عبدیت و بندگی کا درس دینے والا اور خوف زدہ دنیا کو امن فراہم کرنے والا آرہا ہے اور اس کے آجانے کے بعد نہ بندگی کو کوئی خطرہ رہ جائے گا اور نہ امن عالم کو۔ یہ عبداللہ کا لال ہوکر درس عبدیت دے گا اور آمنہ کا فرزند بن کر امن وسکون فراہم کرے گا اور مطعم الطیر کا چشم وچراغ بن کر بھوکوں اور پیاسوں کے سیر وسیراب کرنے کا انتظام کرے گا۔

محلِّ وِلادت:

سال ولادت کی طرح رب العالمین نے آپ کے محل ولادت کو بھی ایک امتیاز عطا فرمایا ہے اور اس کے لیے ابوطالب جیسے شریف، غیرت مند، مربی، محافظ اور صاحب جرأت وہمت کے گھر کا انتخاب کیا ہے تاکہ ان کے ایمان کی وضاحت کے ساتھ ساتھ سرکاردوعالمؐ کی عظمت وجلالت کا بھی اندازہ ہوجائے اور دنیا پر یہ واضح ہوجائے کہ ہماری مصلحتوں کا انداز بالکل جداگانہ

ہے۔ ہم اپنے حبیب خاص کو ابو طالبؑ کے گھر میں پیدا کرتے ہیں اور ابو طالب کے فرزند کو اپنے گھر میں پیدا کرتے ہیں اور دونوں کی ولادت کا تعارف قصہ اصحاب الفیل سے کراتے ہیں تا کہ عالم عقل و شعور پر واضح ہو جائے کہ یہ دونوں میرے گھر کے مستقل محافظ ہیں اور یہ ابو طالبؑ کی خدمتوں کا ایک صلہ ہے جو ولادتِ علیؑ کی شکل میں دیا جا رہا ہے۔

ابتدائی زندگی:

پدر بزرگوار کا انتقال دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہو گیا۔ ماں نے بھی بچپنے ہی میں ساتھ چھوڑ دیا حضرت عبدالمطلبؑ کی کفالت میں رہے اور خانہ خدا کا محافظ بندہ خدا کا محافظ قرار پایا، اور جب وہ دنیا سے جانے لگے تو انھوں نے اپنی تمام اولاد میں ابو طالبؑ کا انتخاب کر کے تحفظ رسالت کا کام ان کے حوالے کر دیا اور انھوں نے مکمل علم و ایقان اور شناخت و عرفان کے ساتھ سرکارؐ کی تربیت و نگہداشت کا انتظام کیا۔

مکہ کے کاہنوں نے بتایا کہ یہ فرزند عظیم الشان ہے۔ سفر تجارت میں راہب نے آگاہ کیا کہ اس کا مستقبل درخشاں ہے اور دیگر وسائل و ذرائع سے حیثیت نبوت کا اندازہ ہوتا رہا۔ لیکن ابو طالبؑ نے زندگی کا خاتمہ کر دینے کے بجائے اس کا تحفظ کر کے واضح کر دیا کہ اختلاف عقائد و کردار میں زندگی کا خاتمہ کیا جاتا ہے تحفظ نہیں کیا جاتا۔ پھر میرے کردار کو واقعہ عقبہ سے ملا کر دیکھو گے تو اندازہ ہو گا کہ صحابیت کسی مقام پر بھی ہو لیکن جگر جگر ہے دگر دگر ہے۔

کمسنی کے عالم میں کاہنوں اور راہبوں کا مستقبل کے بارے میں بیان دینا علامت ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی ابتدائی زندگی بھی بڑی امتیازی حیثیت کی مالک تھی اور آپؐ کے بچپنے کا قیاس بھی دنیا کے دوسرے انسانوں پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یا واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ راہب اور کاہن نے آپؐ کے چہرۂ اقدس میں اسی طرح کمالات کا مشاہدہ کر لیا تھا جس طرح آپؐ نے امت کو متوجہ کیا تھا کہ آدمؑ کا علم، نوحؑ کا زہد اور ابراہیمؑ کی خلت، موسیٰؑ ہیبت، عیسیٰؑ کا تقویٰ، یوسفؑ کا حسن و جمال اور دیگر انبیاء کرامؑ کا فضل و کمال دیکھنا ہو تو علیؑ کے چہرے پر نظر کرو۔ اس ایک آئینہ میں سارے جلوے نظر آجائیں گے۔ جس طرح راہب و کاہن نے میرے چہرے میں سارے کمالات کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

ازدواج:

ایک سفر تجارت سے واپسی پر جہاں آپ جناب خدیجہؑ کے مال سے بطور نمائندہ تجارت کر رہے تھے جب خدیجہؑ کے غلام نے آپؐ کے فضائل و کمالات اور مناقب و کرامات کا تذکرہ کیا تو خدیجہؑ نے موقع کو نہایت درجہ مناسب دیکھتے ہوئے سماج کے تمام بندھنوں کو توڑ کر آپؐ کے پاس عقد کا پیغام بھیج دیا اور اس طرح ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد ایک پچیس سال کے جوان کا عقد بظاہر چالیس سال کی خاتون سے ہو گیا اور سماج کے تمام مفروضہ اصول خاک میں مل گئے۔ مال و دولت، تجارت و مزدوری، طبقات، فرضی

حیاء وغیرت، سماجی رسم ورواج سب پیروں تلے روند دیے گئے اور صاحب معارج کے قدم خدیجہؑ کے دوش کمالات پر آ گئے۔

جناب ابوطالبؑ نے خطبہ عقد پڑھا اور کمالات کے مقابلہ میں مال کی بے وقعتی کا اظہار کیا اور عالم انسانیت کو نئے اقدار سے روشناس کراتے ہوئے صاحبانِ کمال کو دولت وثروت کے مقابلہ میں احساسِ کمتری سے نجات دلانے کا انتظام کر دیا۔

بعثت:

تقریباً پندرہ سال کی ایثار بھری گھریلو زندگی گزارنے کے بعد رب العالمین نے ایک نئی ذمہ داری کا بوجھ کاندھوں پر رکھ دیا اور سورۂ اقرأ کے ذریعہ پیغام الٰہی پڑھ کر لوگوں کو دعوتِ علم وفضل دینے کا حکم دے دیا غارِ حرا کی منزل ذکر وفکر تمام ہوئی اور رسالت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا وقت آ گیا۔

ابتدائی خفیہ دعوت کے بعد عشیرہ قبیلہ کے سامنے پیغام پیش کرنے کا حکم آ گیا اور آپ نے خشک دعوت کے بجائے بحکم رب العالمین کھانے کا انتظام شروع کر دیا۔ حضرت علیؑ مہتمم قرار پائے اور چالیس افراد خاندان کو مدعو کر لیا گیا۔

مختصر سے کھانے سے چالیس آدمیوں کو سیر کرتے کے بعد رسولِ اکرمؐ نے پیغام سنانے کا ارادہ کیا تو ابولہب نے قوم کو بھڑکا دیا اور کہا کہ یہ جادوگر ہیں۔ لوگوں نے فرار اختیار کیا اور آپؐ نے مجبوراً دوسرے دن پھر دعوت کی اور آخر کار اپنا پیغام پیش کر دیا، جس میں توحید الٰہی، اپنی رسالت اور خیرِ دُنیا و آخرت کا ذکر تھا۔ جس کے بعد آپؐ نے نصرت کا مطالبہ کیا اور خلافت کا وعدہ کیا۔ ساری قوم میں تنہا حضرتؑ نے نصرت کا وعدہ کیا، اس لیے کہ ان کی رگوں میں ابوطالبؑ کا خون دوڑ رہا تھا جو پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میرے سردار آپ اعلان کریں کس کی مجال ہے جو میرے ہوتے ہوئے آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔ علیؑ کے وعدۂ نصرت پر رسولِ اکرمؐ نے ان کی وصایت ووزارت وخلافت کا اعلان کر دیا، اور اس طرح اسلام کے جملہ بنیادی اصول توحید، عدالت، رسالت، آخرتِ اور خلافت کا اعلان ہو گیا اور حضرت ابوطالبؑ نے بھی اپنی محکومیت اور مرسل اعظمؐ کی سیادت وحاکمیت کا اعلان کر دیا، تاکہ اسلام روزِ اول سے مکمل شکل میں سامنے آ جائے اور اس میں کسی طرح کی کوئی کسر نہ رہ جائے، نہ اصول میں کوئی کمی رہ جائے اور نہ سن وسال اور رشتہ وقرابت معیار بزرگی بننے پائیں۔

رَدِّ عمل:

اس اعلان کا ردعمل یہ ہوا کہ چاروں طرف سے ہجوم مصائب شروع ہو گیا۔ ایک طرف رسولِ اکرمؐ ''قُولُوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ'' کی تبلیغ کر رہے ہیں اور دوسری طرف کفاران کے ساتھ تمام حلقہ بگوش ہو جانے والوں کو طرح طرح کی اذیت دے رہے ہیں۔ جناب یاسرؓ وسمیہؓ کی شہادت اور جناب عمارؓ کا تقیہ اسی دور کی یادگار سیرتیں ہیں۔

حالات کے انتہائی نازک ہو جانے کی بنا پر

مرسل اعظمؐ نے ہجرت کا حکم دے دیا اور جناب جعفر طیارؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو حبشہ روانہ کر دیا، جو بظاہر مسلمانوں کی جان بچانے کی تدبیر تھی۔ لیکن واقعاً اسلام کے پیغام کی اشاعت کا ایک راستہ تھا۔ اور اسی لیے اس کام کے لیے بھی ابو طالبؑ ہی کے ایک فرزند کا انتخاب کیا گیا۔ جنھوں نے نجاشی کے دربار میں ایسا خطبہ پڑھا اور سورۂ مریم کی آیات کی اس شان سے تلاوت کی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے مکہ کے مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے والے وفد کو نہایت ذلت کے ساتھ باہر نکال دیا اور اسلام ملک حبش تک پہنچ گیا اور ہجرت کا پہلا فائدہ یا فلسفہ منظر عام پر آ گیا۔

ہجرت:

تھوڑے عرصے کے بعد شعب ابی طالبؑ کی سہ سال مشقت آفریں زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور کفار نے اپنے معاہدہ کو توڑ کر قدرے مہلت دی تو رسولِ اکرمؐ نے کارِ تبلیغ کو تیز تر کر دیا۔ لیکن اسلام کے دونوں محافظ ایک ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ادھر محاذ شجاعت کا سپاہی ابو طالبؑ دنیا سے رخصت ہوا اور ادھر محاذ ایثار کی مجاہدہ خدیجہؑ نے دنیا کو خیر باد کہہ دیا اور رسولِ اکرمؐ کی تنہائی اور پریشانی کو دیکھ کر رب العالمین نے انھیں بہ نفس نفیس ہجرت کا حکم دے دیا۔

مُسلمان بڑی تعداد میں پہلے ہجرت کر چکے تھے۔ اب آپ بھی تیار ہو گئے اور بستر پر حضرت علیؑ کو چھوڑ کر امانتوں کی واپسی کی ہدایت دے کر روانہ ہو گئے۔ اب نرغہ کفار میں مولائے کائنات ہیں اور جناب فاطمہ بنت اسد اور جناب فاطمہ بنت محمدؐ، جن کے صبر و استقلال کی تعریف و توصیف ناممکن ہے کہ ایسے سنگین ترین حالات میں بھی گھر میں رہ کر صبر و سکون کا مظاہرہ کیا اور کسی طرح کے نالہ و شیون کی آواز بلند نہیں کی جب کہ ایسے موقع پر بڑے بڑے بہادر بھی رو دیا کرتے ہیں۔

صبح ہوئی۔ کفار کو حضرت علیؑ کو دیکھ کر مایوسی ہوئی، انتقام کا جذبہ ابھرا اور جب حضرت علیؑ فواطم کا قافلہ لے کر چلے تو کفار سدراہ ہو گئے، حالانکہ ان کی امانتیں انھیں واپس مل چکی تھیں اور حضرت علیؑ کے ذمہ کسی کا کوئی حق باقی نہ تھا۔

مزاحمت ہوئی اور شدید انداز سے ہوئی۔ لیکن حضرت علیؑ کامیابی کے ساتھ قافلہ کو لے کر آگے بڑھ گئے اور مدینہ کے باہر سرکار دو عالمؐ سے مل گئے۔ جہاں آپؐ حضرت علیؑ کا انتظار کر رہے تھے۔

ہجرت کے دوسرے دور میں مدینہ میں تبلیغ کا کام شروع ہوا اور رسول اکرمؐ نے ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، جس کا مقصد بھی یہ واضح کرنا تھا کہ اسلام کا مرکزی مقام اور تبلیغ کا بنیادی سینٹر یہی خانہ خدا ہے، جہاں سے اسلام کی آواز پھیل سکتی ہے۔ اس کے بعد اسلام دار الامارہ اور گورنمنٹ ہاؤس کی نذر ہو گیا تو اس کی صورت مسخ ہو جائے گی اور وہ اپنی اصالت اور واقعیّت کو کھو بیٹھے گا۔

واضح رہے کہ ہجرت انسان کا ایک فطری عمل

ہے جس کا ردعمل خارجی حالات میں بھی ظاہر ہوتا ہے، ورنہ انسان ابتدا کے پیدائش سے مشغول سفر اور مصروف ہجرت رہتا ہے۔ بچپنے سے جوانی، جوانی سے ضعیفی، ناتوانی سے طاقت اور جہالت سے علم کی طرف کا سفر ایک طرح کی ہجرت ہی ہے۔ جس میں بہتر حالات کی طرف آگے بڑھنے کی مہم ہوتی ہے۔ اب جن کی نظر میں بہتر حالات سے مراد مال و دولت واقتدار ہے وہ ان مراکز کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور جن کی نگاہ میں بہترین حالات سے مراد خدمتِ دین ومذہب ہے وہ ان مراکز کی طرف ہجرت کرتے ہیں جہاں خدمتِ دین کے بہترین مواقع ہوں اور اصلاحِ امت کا کام بہترین طریقہ سے انجام دیا جا سکے۔

بعد از ہجرت:

مدینہ آنے کے بعد بھی کفار کو سکون نہ ملا اور انھیں یہ خیال رہا کہ جب ہم ان کو ان کے وطن سے باہر نکال سکتے ہیں تو انھیں عالم غربت اور دیارِ غیر میں فنا کر دینا کیا مشکل کام ہے۔ اور ادھر ہجرت کی شرمندگی کا علاج کرنا بھی مقصود تھا۔ چنانچہ مدینہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے کفار کے قافلہ تجارت کو روک کر اپنی طاقت کا بھی مظاہرہ کرنا چاہا اور کفار کے ہاتھوں غصب ہو جانے والے اموال مسلمین کو بھی واپس لینا چاہا اور اس کے نتیجہ میں بدر میں اسلام کا پہلا معرکہ پیش آگیا۔

۳۳۳ خالی ہاتھ مسلمان اور ۹۵۰ مسلّح کفار۔ لیکن رب العالمین نے مادی اور معنوی کمک کے غیبی اسباب فراہم کر دیے اور بالآخر اسلام غالب آگیا اور کفار کے ستر (۷۰) آدمی قتل ہو گئے۔ جن میں سے ۳۵ کو تنہا فرزند ابو طالبؑ حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا اور باقی ۳۵ کے قتل میں مجاہدین کی کمک تھی۔ ادھر ۷۰ مشرکین بھی گرفتار ہو گئے اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت بھی حاصل ہو گیا۔

بقیہ باب التفسیر

آیا تو اوسان خطا ہو گئے۔ (ضیاء القرآن)

فتوحات سے پہلے بھی منافق موجود تھے

ہم نے سورہ بقرہ کے آغاز میں لکھا ہے کہ مکہ میں بھی منافق موجود تھے: (اگرچہ کم تھے) مگر برادرانِ اسلامی کے اکثر مفسرین نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ: "منافقین کا وجود مدینہ پہنچنے کے بعد اس وقت سے ہوا جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سے پہلے تو ابتلا و آزمائش کا دور تھا۔ اس دور کے اسلام لانے والے سب لوگ خالص و مخلص مومن تھے۔ ان میں کوئی منافق موجود نہیں تھا"۔ مگر علامہ قرطبی نے یہ کہہ کر کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بات فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے سے بہت پہلے کی ہے، مسلمان تازہ ہجرت کر کے مدینہ آئے ہیں۔ سب مہاجرین اور سابق الاسلام ہیں۔ مگر قرآن خبر دے رہا ہے کہ مہاجرین اور سابقین میں "راسخ فی الایمان" مومنین کم ہی تھے۔ اور زبانی جمع خرچ کرنے والے اور قول میں تضاد رکھنے والے زیادہ تھے۔ ع

"چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما"

باب المتفرقات

شہادت سید الشہداء علیہ السلام کی مدینہ میں اطلاع

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بنابر مشہور (شہادتِ حسینؑ کے بعد) ابن زیاد نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک سبک رفتار قاصد کو شہادتِ حسینؑ کی بشارت پر مشتمل خط دے کر شام یزید کی طرف روانہ کیا اور اسیرانِ آلِ محمدؑ کے متعلق اس کی رائے دریافت کی۔ مگر ابی مخنف کے مقتل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابن زیادہ نے یزید کے پاس کوئی قاصد نہیں بھیجا، بلکہ خود بخود اسیرانِ اہل بیت کو شام بھیج دیا، اور دوسرا قاصد (عبدالملک بن الحارث السلمی کو) حاکم مدینہ عمرو بن سعید الاشدق اموی کے پاس بھیجا، اور اسے تاکید کی کہ اس قدر جلدی مدینہ پہنچے کہ اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے اس سے پہلے یہ خبر مدینہ نہ پہنچنے پائے۔

چنانچہ عبدالملک تیز رفتار شتر پر سوار ہو کر جلد منازل سفر طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا۔ حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے اسے قریش کا ایک آدمی ملا۔ اس نے اسے اس قدر شتابی کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو اور کیا نئی خبر لا رہے ہو؟

عبدالملک نے کہا: خبر حاکم مدینہ کے پاس آکر معلوم کرو۔ چنانچہ قاصد نے جا کر ابن سعید کو شہادت حسینؑ کی خبر سنائی۔

عمرو یہ خبر سن کر بہت خوش و خرم ہوا۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں شہادتِ حسینؑ کا اعلان کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس خبر دہشت اثر کے سننے سے خواتین بنی ہاشم کے ہاں گریہ و بکاء کا کہرام بپا ہوا، بلکہ مدینہ کے تمام مردوں اور عورتوں نے اس قدر شور و شین کی صدا بلند کی کہ اس سے پہلے ایسا نالہ و شیون نہ کسی کان نے سنا تھا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا تھا۔ جب عمرو کے کانوں میں بنی ہاشم کی خواتین کی صدائے گریہ پڑی تو شقی نے مسکراتے ہوئے عمرو بن سعد یکرب کا یہ شعر پڑھا: ؎

عجت نساء بنی زیاد عجۃ
کعجیج نسوتنا غداۃ الارنب

بنی زیاد نے اسی طرح آواز گریہ بلند کی جس طرح ہماری عورتوں نے واقعہ ارنب کی صبح بلند کی تھی (جو بنی زیاد کے ہاتھوں در پیش آیا تھا)

پھر کہا: "ھذہ واعیۃ بواعیۃ عثمان" گریہ و بکاء عثمان پر ہونے والے گریہ و بکاء کا عوض ہے۔

(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۸)

بعد ازاں قبر رسولؐ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کفریہ کلمہ کہا: "یوم بیوم بدر یا رسول اللہ" یا رسول اللہ! یہ دن

بدر والے دن کا بدلہ ہے۔

جن بعض انصار نے اس سے یہ کافرانہ جملہ سنا انھوں نے اسے ناپسند کیا۔(نفس المہموم صفحہ ۲۲۲)

پھر لوگوں کے اجتماع میں گیا اور یہ خطبہ دیا جو کہ کذب وافتراء کا پلندہ ہے:

ایھا الناس! لدمۃ بلدمۃ و صدمۃ بصدمۃ کم خطبۃ بعد خطبۃ و موعظۃ بعد موعظۃ حکمۃ بالغۃ فما تغنی النذر (و اللہ لوددت ان راسہ فی بدنہ و روحہ فی جسدہ احیانا) کان یسبنا و نمدحہ و یقطعنا و نصلہ کعادتنا و عادتہ و لم یکن من امرہ ما کان و لکن کیف نصنع بمن سل سیفہ یرید قتلنا الا ان ندفعہ من انفسنا۔

اَیُّھَا النَّاس! یہ ضرب کے عوض ضرب اور صدمہ کے بدلے صدمہ ہے۔ کس قدر خطبے اور موعظے گوش گزار ہوتے ہیں اور کس قدر خدا کی حکمت بالغہ ہے مگر یہ چیزیں فائدہ نہیں دیتیں۔ بخدا میں تو اس بات کو پسند کرتا تھا کہ ان (امام حسینؓ) کا سر ان کے بدن کے ساتھ رہتا اور روح جسم میں رہتی۔ جب وہ ہمیں گالیاں دیتے اور ہم ان کی مدح کرتے تھے، وہ قطع رحمی کرتے اور ہم صلہ رحمی کرتے تھے، جس طرح کہ ان کی اور ہماری عادت تھی۔ مگر کیا کرتے جب انھوں نے تلوار کھینچ کر ہم کو قتل کرنا چاہا تو اب بجز اپنے دفاع کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۲۰ وغیرہ)

عبداللہ بن السائب یہ خطبہ سن کر اٹھا اور عمرو سے کہا: لو کانت فاطمۃ حیۃ فرأت رأس الحسینؑ لبکت عینہا و جرحت کبدھا۔ اگر اس وقت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) زندہ ہوتیں اور اپنے فرزند حسینؓ کا سر اس حال میں دیکھتیں تو وہ یقینا روتیں۔ عمرو نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا: ہم تجھ سے زیادہ فاطمہؑ کے قریب ہیں۔ ان کا والد ہمارا چچا ان کا شوہر ہمارا بھائی۔ ان کا بیٹا ہمارا بیٹا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتیں تو روتیں ضرور مگر جس نے حسین کو اپنا دفاع کرتے ہوئے قتل کیا ہے اس کی ملامت نہ کرتیں۔

(ناسخ التواریخ، مقتل العوالم صفحہ ۱۳۱)

مخفی نہ رہے کہ بعض کتب میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے مدینہ میں یزید عنید نے اطلاع بھجوائی تھی۔ اور پھر عمرو بن سعید نے یہ کارروائی کی تھی مگر مشہور یہی ہے کہ اسے ابن زیاد بدنہاد نے اطلاع دی تھی۔

جناب اسماء بنت عقیل کچھ دوسری خواتین بنی ہاشم کے ہمراہ قبر رسولؐ پر گئیں اور قبر مقدس کے ساتھ لپٹ کر اور دھاڑیں مار مار کر روئیں۔ پھر مہاجرین و انصار کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا:

ماذا تقولون ان قال النبیؐ لکم
یوم الحساب و صدق القول مسموع

خذلتموا عترتی او کنتم عیبا
و الحق عند ولی الامر مجموع

اسلمتموھم بایدی الظالمین فما
منکم لہ الیوم عند اللہ مشفوع

ماکان عند غداۃ الطف اذ حضروا
تلک المنایا و لا عنھن مدفوع

ان اشعارِ غم شعار نے تمام حاضرین کو رُلا دیا اور ایک کہرام بپا ہو گیا۔ (امالی الشیخ طوسی صفحہ ۵۵)

جب جناب ام سلمہؓ کو اطلاع ملی تو وہ اس قدر روئیں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی، افاقہ آنے کے بعد کہا: "فعلوھا ملأ اللہ قبورھم نارا" کیا یہ لوگ یہ اقدام کر گزرے ہیں؟ خدا ان کی قبروں کو آتشِ جہنم سے پر کرے۔ (نفس المہموم صفحہ ۲۲۴ بحوالہ طبقات ابن سعد)

جناب ام البنینؑ نے تو حسین علیہ السلام کے لیے باقاعدہ تعزیت کا اہتمام کیا تھا۔ بنی ہاشم کی مستورات وہاں جمع ہو کر امامؑ پر گریہ وبکاء کرتی تھیں۔ (مقتل الحسین صفحہ ۴۰۰)

کچھ لوگ عبداللہ بن جعفر طیار کے پاس تعزیت پیش کرنے کے لیے گئے۔ ان کے ملازم ابو السلاس نے کہا ہمیں یہ جو کچھ صدمہ پہنچا (عبداللہ کے دو بیٹے مارے گئے) یہ سب حسینؑ کی وجہ سے ہوا۔ یہ سنتے ہی عبداللہ نے اسے جوتا مار کر خاموش کیا۔ اور کہا: "یابن الخناء للحُسین تقول ھٰذا؟" اے فاحشہ کے بیٹے! کیا تم حسینؑ کے متعلق ایسی بات کرتے ہو؟ پھر کہا: "و اللہ لو شھدتہ لأجببت ان لا افارقہ حتی اقتل معہ و اللہ انہ لمما یسخی بنفسی عنھما و یھون علی المصائب بھما انھما اصیبا مع اخی و ابن عمی مواسیین لہ صابرین معہ" بخدا اگر میں ان کے پاس موجود ہوتا تو یقیناً اس بات کو پسند کرتا کہ ان سے علیحدہ نہ ہوں، یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔ بخدا جو چیز میرے بیٹوں کی مصیبت کو مجھ پر آسان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ میرے بھائی اور ابن عم (امام حسینؑ) کی نصرت و ہمدردی میں شہید ہوئے ہیں۔

پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

الحمد للہ عز علی بمصرع الحسینؑ ان لا یکن آست حسینا یدی فقد اساہ ولدی

مجھ پر حسینؑ کی شہادت کا صدمہ بہت شاق ہے، اگر میں بذاتِ خود ان پر اپنی جان نثار نہیں کر سکا تو میرے بیٹوں نے تو اپنی جانیں قربان کی ہیں۔

(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۸، مقتل الحسین صفحہ ۴۰۹ لواعج الاشجان صفحہ ۱۷۲)

جس روز عمرو بن سعید نے خطبہ دیا اور یہ سب کارروائی ہوئی اسی رات اہل مدینہ کسی منادی کو یہ ندا دیتے ہوئے سنتے تھے مگر کوئی منادی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

ایھا القاتلون جھلًا حسینًا
ابشروا بالعذاب و التنکیل

کل اھل السماء یدعو علیکم
من نبی و ملک و قبیل

قد لعنتم علیٰ لسان داؤدٗ
و موسیٰ و حامل الانجیل

اَللّٰھُمَّ الْعَنْ قَتَلَۃَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَللّٰھُمَّ الْعَنْ قَتَلَۃَ الْحُسَیْنِ

☆

حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: مومن کی پانچ علامتیں ہیں: ① شب و روز میں اکاون رکعت نماز پڑھنا (جس سے نمازہائے پنجگانہ، ان کے مقررہ نوافل اور نمازِ تہجد مراد ہے) ② دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ③ سجدہ کے وقت پیشانی خاک پر رکھنا ④ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر پڑھنا ⑤ اور زیارت اربعین کا پڑھنا۔

(تہذیب الاحکام و مصباح المتہجد)

اور یہ زیارت جو بروایت صفوان جمال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، یہ ہے جو اس وقت پڑھی جاتی ہے جب ۲۰ صفر کو سورج بلند ہو جائے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی وَلِیِّ اللهِ وَ حَبِیْبِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی خَلِیْلِ اللهِ وَ نَجِیْبِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی صَفِیِّ اللهِ وَ ابْنِ صَفِیِّهٖ اَلسَّلَامُ عَلَی الْحُسَیْنِ الْمَظْلُوْمِ الشَّهِیْدِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَسِیْرِ الْکُرُبَاتِ وَ قَتِیْلِ الْعَبَرَاتِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّهٗ وَلِیُّكَ وَ ابْنُ وَلِیِّكَ وَ صَفِیُّكَ وَ ابْنُ صَفِیِّكَ الْفَائِزُ بِکَرَامَتِكَ اَکْرَمْتَهٗ بِالشَّهَادَةِ وَ حَبَوْتَهٗ بِالسَّعَادَةِ وَ اجْتَبَیْتَهٗ بِطِیْبِ الْوِلَادَةِ وَ جَعَلْتَهٗ سَیِّدًا مِّنَ السَّادَةِ وَ قَائِدًا مِّنَ الْقَادَةِ وَ ذَائِدًا مِّنَ الذَّادَةِ وَ اَعْطَیْتَهٗ مَوَارِیْثَ الْاَنْبِیَاءِ وَ جَعَلْتَهٗ حُجَّةً عَلٰی خَلْقِكَ مِنَ الْاَوْصِیَاءِ فَاَعْذَرَ فِی الدُّعَاءِ وَ مَنَحَ النُّصْحَ وَ بَذَلَ مُهْجَتَهٗ فِیْكَ لِیَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَ حَیْرَةِ الضَّلَالَةِ وَ قَدْ تَوَازَرَ عَلَیْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْیَا وَ بَاعَ حَظَّهٗ بِالْاَرْذَلِ الْاَدْنٰی وَ شَرٰی اٰخِرَتَهٗ بِالثَّمَنِ الْاَوْکَسِ وَ تَغَطْرَسَ وَ تَرَدّٰی فِیْ هَوَاهُ وَ اَسْخَطَكَ وَ اَسْخَطَ نَبِیَّكَ وَ اَطَاعَ مِنْ عِبَادِكَ اَهْلَ الشِّقَاقِ وَ النِّفَاقِ وَ حَمَلَةَ الْاَوْزَارِ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ النَّارَ فَجَاهَدَهُمْ فِیْكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰی سُفِكَ فِیْ طَاعَتِكَ

دَمَهُ وَ اسْتَبِيحَ حَرِيمَهُ. اَللّٰهُمَّ فَالْعَنْهُمْ لَعْنًا وَبِيلًا وَ عَذِّبْهُمْ عَذَابًا اَلِيمًا. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ سَيِّدِ الْاَوْصِيَآءِ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَمِينُ اللّٰهِ وَ ابْنُ اَمِينِهِ عِشْتَ سَعِيدًا وَّ مَضَيْتَ حَمِيدًا وَّ مُتَّ فَقِيدًا مَظْلُومًا شَهِيدًا وَّ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ مَّا وَعَدَكَ وَ مُهْلِكٌ مَّنْ خَذَلَكَ وَ مُعَذِّبٌ مَّنْ قَتَلَكَ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَفَيْتَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ جَاهَدْتَ فِي سَبِيلِهِ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِينُ فَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ظَلَمَكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُشْهِدُكَ اَنِّي وَلِيٌّ لِمَنْ وَالَاهُ وَ عَدُوٌّ لِمَنْ عَادَاهُ بِاَبِي اَنْتَ وَ اُمِّي يَابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُورًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَ الْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَنْجَاسِهَا وَ لَمْ تُلْبِسْكَ الْمُدْلَهِمَّاتُ مِنْ ثِيَابِهَا وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّينِ وَ اَرْكَانِ الْمُسْلِمِينَ وَ مَعْقِلِ الْمُؤْمِنِينَ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ الْاِمَامُ الْبَرُّ التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ وَ اَشْهَدُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِكَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَ اَعْلَامُ الْهُدٰى وَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَ الْحُجَّةُ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَ اَشْهَدُ اَنِّي بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَ بِاِيَابِكُمْ مُوقِنٌ بِشَرَآئِعِ دِينِي وَ خَوَاتِيمِ عَمَلِي وَ قَلْبِي لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ وَ اَمْرِي لِاَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ وَّ نُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ حَتّٰى يَاْذَنَ اللّٰهُ لَكُمْ فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى اَرْوَاحِكُمْ وَ اَجْسَادِكُمْ وَ شَاهِدِكُمْ وَ غَآئِبِكُمْ وَ ظَاهِرِكُمْ وَ بَاطِنِكُمْ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ.

اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جائے اور پھر خدا سے اپنی حاجات طلب کی جائیں۔

☆

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَتَ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ؑ

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَتَ الْحُسَيْنِ ؑ

☆

صدق وصداقت سے لبریز حق وحقیقت سے مزین دستاویز بعنوان:

"نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؑ"

راسخ العقیدہ وصحیح العمل مومنین کے لیے خزینہ مسرت و دلربائی اور عزاداریٔ سید الشہداءؑ کو اندھیر نگری چوپٹ راج بنانے والے راجکماروں کے لیے باعث ذلت و رسوائی بن کر عقائد سازوں اور نظریات فروشوں کے ان گھڑے منہ پر منہ توڑ طمانچہ ثابت ہوا، اسے بطور بہانہ سامنے رکھ کر کسی رضوی صاحب نے اپنی گردن پر سرخ رنگ لگا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کے شوق میں ایک جوابی کتابچہ بنام "ہو جاؤ سچوں کے ساتھ" عقائد فروشوں کے بازار میں مہیا کر کے فن تصنیف کے ساتھ ایک بے رنگ مخول، بے بو ہنسی اور بے ذائقہ مذاق کیا ہے۔

اس کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ گھوڑوں کی نکیل لگائے جا رہے تھے کہ کسی ڈڈو (مینڈک) نے بھی پاؤں آگے کر دیے۔ مؤلف کتابچہ مذکور بھی اسی شوق کے شکار اور سستی شہرت کے طلب گار نظر آتے ہیں کہ ان کا نام نامی اور ذاتِ گرامی بھی خریداران یوسفؑ کی طرح مصنفین کی فہرست میں شامل نظر آئے۔ ان کی ایک نامراد مراد تو پوری ہو گئی جو بقایا ہیں انھیں اس مضمون میں پورا کر کے سارے بل اور پوری کسر نکال کر رضوی صاحب کو پورے کا پورا بے بلکسر (بل کسر) بنا دیں گے۔ اِن شآء اللہ

جہاں تک ہمارے رسالے کا تعلق ہے اس میں رقم کردہ کسی ایک حقیقت کو موصوف نے بطور ثواب مس تک نہ کیا اور "سوال گندم جواب چنے" کا مصداق بن کر خمس، تقلید، اجتہاد اور ولایت فقیہ جیسے ضروری مسائل کو متنازعہ بنانے والے مفسدوں کی اڑن طشتری پر سوار ہو کر اپنے گھر کی بجائے شریکوں کے گھے نزول فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جبکہ ان مسائل کا ہمارے رسالہ میں قطعاً کوئی ذکر تک نہیں لیکن اپنا کتابچہ ان ہی مسائل پر صحیفۂ خمس اور کشف التضاد جیسی بے مقصد کتابوں کی غیر ضروری عبارتوں سے سیاہ کر کے اپنا زنگ آلود لوہا منوانے اور کھوٹا سکہ جمانے کی ناکام کوشش کی:

"کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔"

ایک یہ راز بھی کھل کر سامنے آیا کہ موصوف کے دل ودماغ کی طرح ان کی بینائی بھی کمزور ہے جس عنوان کو سامنے رکھ کر انھوں نے اپنے رسالے کی ابتدا کی ہے، وہ مضمون ہمارا محررہ ہی نہیں۔ بنا بریں ضروری

ہے کہ شاہ صاحب کی ماہر امراض چشم کو مناسب معاوضہ دے کر اپنی بینائی کا باضابطہ معائنہ کروائیں ۔ غلو و تفویض کا حرام موتیا اترواکر حق وصداقت اور شرف و شرافت کی نفیس عینک لگوائیں ۔

ہمارے رسالے کی تیسری اشاعت میں شہادت ثالثہ در تشہّد کے حوالے سے مختصر گفتگو موجود ہے لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ جناب کے تمام علمی کرتب و کمالات بمع حوالہ جات یہاں آکر دم توڑ گئے جن پر ہم ذرا آگے جا کر فاتحہ خوانی اور اپنے مضمون کے حصّہ دوم میں قل خوانی کریں گے ۔

عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے رسالہ میں مرقوم حقیقتوں کو جھٹلانا تو در کنار کسی ایک کو چھوا تک نہیں جو سکہ بند سچائیاں اور حسینی منبروں پر ناچنے والے بندروں کی بے حیائیاں درج کیں وہ فضاؤں میں تحلیل نہیں ہوئیں ۔ ہر دیکھنے والی آنکھ اور سننے والا کان جب چاہے جہاں چاہے دیکھ اور سن سکتا ہے ۔ یقیناً رضوی صاحب کی سرمئی نظروں سے نظریں چار ہوئی ہی ہیں تب ہی تو آنکھوں پر ندامت کی پٹی اور رُخِ بے نور پر خجالت کا نقاب ڈال کر بڑی بے ڈھنگی اداؤں سے دھمال ڈالتے ہوئے دوسرے موضوعات کی سمت نکل گئے جن کا تذکرہ ہی نہیں ہوا ۔

ہم نے ملت تشیّع کی شہ رگِ حیات عزاداری کہ جس کو موصوف کے ہم نوالوں اور ہم پیالوں نے کاٹ دینے کے برے ارادے اور ناپاک منصوبے بنا رکھے ہیں اس میں شامل کی جانے والی بدعات و خرافات کی نشان دہی اور اس کی اصلاح کے حوالے سے چند معروضات پیش کی ہیں ۔ اگر مولف کا کوئی معلوماتی حدود اربعہ اور مطالعاتی محل وقوع ہے تو ان کا جواب دیں اور غیر متعلقہ موضوعات پر دو چار ردی کتابوں کے چند اقتباسات نقل کر کے مینڈکوں کی طرح نعل لگوانے کے شغل سے اجتناب کریں ۔

خبردار کرتے ہیں کہ مشورہ کی عدم قبولیت کی صورت میں اندیشہ ہے کہ کسی مُحقق راہوار کے تحقیقی سموں کی زد میں آکر اپنے تصنیفی شوق کی ٹانگ تڑوالیں گے اور پھر گنڈے دھاگے دینے اور مستوروں کے جن نکالنے کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہ ہوگا ۔

رسالہ مذکور اس لائق تو نہیں کہ اس کا کوئی جواب دیا جائے، کیونکہ اس کے مُصنّف نے صرف اپنے غالی پن، علم دشمن اور جاہل مُطلق ہونے کے چند ثبوت پیش کیے ہیں، جو ان بدنصیبوں کا نصیب ہیں ۔ جواباً چند صفحات لکھنے کی مجبوری اس بنا پر درپیش ہے کہ بعض مومنین کا اصرار ہے کہ کچھ لکھا جائے ۔ دوسرا یہ کہ تقلید اور اِجتہاد کے خلاف جو مہم جوئی ہو رہی ہے اس پر نگاہ رکھنا بھی ضروری ہے ۔

اصل ہدف کی طرف رجوع کرتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ رضوی صاحب نے اپنے رسالہ مکالا کی ابتدا جناب آیت اللہ علامہ محمد حسین نجفی کے مضمون "ولادت یا نزولِ نبیؑ و امامؑ والاعقیدہ" پر تنقید و تبصرہ سے کی ہے ۔ لیکن اس پر بحث کی بجائے جناب علیؑ اور امام زمانؑ کی ولادت باسعادت سے متعلقہ دو روایتوں پر ہی

اپنے علم کو بے علم کر دیا ہے جس پر" سوال گندم جواب چنے" والی ضرب المثل نہایت خوبصورتی سے سجتی ہے۔

شاید ان کو علم نہیں یا جان بوجھ کر حقیقت کی پردہ پوشی کی کہ منبروں پر اچھلنے کودنے والے کئی نشان زدہ بندروں اور ریچھوں کے مُنہ سے تسلسل کے ساتھ یوں بیان ہو رہا ہے کہ آلِ محمدؐ پیدا نہیں، نازل ہوتے ہیں۔ یعنی ان کی ولادت کا انکار کر کے اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔

ایسا عقیدہ ونظریہ اپنانے پر دو حقیقتیں لازم آتی ہیں کہ جو پیدا نہ ہو بلکہ نازل ہو، وہ ماں باپ کا کسی صورت میں محتاج نہیں ہوتا، نہ ہی اس کے ماں باپ اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہوتا ہے۔

ایسا عقیدہ رکھنے والے معصومینؑ کے ماں باپ (والدین) کا انکار کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ناقابل فہم مسئلہ ڈوموں، نٹوں اور بھانڈوں کا پیدا کردہ ہے، جس سے نقصان یہ ہوا کہ کئی لوگ اسے بطور عقیدہ اپنا کر معصومینؑ کے والدین شریفینؑ کی نفی کر کے اپنا دین وایمان چٹ کروا بیٹھے۔

موصوف کی بیان کردہ روایات کے ضمن میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جس ہستی پر لفظ معصوم کا اطلاق ہوتا ہے، رجس اس کے نزدیک نہیں آسکتا۔ آیۂ تطہیر کی روشنی میں اللہ پاک نے محمدؐ وآلِ محمدؐ سے رجس کو دُور رکھا، انھیں ایسا پاک رکھا جیسا پاک رکھنے کا حق ہے ظاہر ہے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی حق ادا کرنے والا نہیں اس بنیاد پر معصومینؑ کی ولادتیں رجس جیسے نقائص سے پاک ہوتی ہیں، ولادت کی بجائے نزولی عقیدہ رکھنے والے اندھے اور کودھے عقیدتمندوں سے اتنا پوچھتے ہیں کہ اگر اصول نزول صحیح ہے تو پھر......

① ایک سے زیادہ شادیاں معصومینؑ نے کس مقصد کے تحت کیں؟

② ان شادیوں کے نتیجہ میں جو اولاد ہوئی وہ ساری کی ساری معصوم کیوں نہیں؟

③ کیا یہ ساری اولاد پیدا ہونے کی بجائے نازل ہوتی رہی؟

④ بصد احترام عرض کرتے ہیں کہ ان کی موجودہ اولاد (نسل) کس کھاتے میں شمار ہوگی؟

⑤ وضاحت چاہتے ہیں کہ ولادت اور نزول کے قانون میں تبدیلی کہاں اور کس زمانے میں ہوئی؟

⑥ جناب علیؑ کے اٹھارہ بیٹے مشہور ہیں۔ کیا تمام کا نزول ہوا یا بعض کی ولادت؟

⑦ یہ بتانا نہایت ضروری ہے کہ اگر ابو الائمہ حضرت علیؑ کی ولادت نہیں، بزول ہوا ہے تو جناب ابو طالبؑ کی علیؑ کے باپ اور جناب فاطمہ بنت اسد کس علیؑ کی ماں ہیں؟

⑧ اگر آلِ محمدؐ کا نزول ہوا ہے تو ان کے شجرۂ نسب کی حقیقت کیا ہے؟

⑨ یہ بھی بتایا جائے کہ حضرت محسنؑ کا شکم مادر میں شہید ہو جانا کہاں جائے گا؟

دوسری اہم بات کہ اس بے بنیاد نظریے سے جداگانہ نوع کا تنازعہ جس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں از سرِ نو سر اٹھاتا ہے۔

محترم! ذہن نشین رہے کہ اگر ایک عرصہ پہلے کئی انصاری اپنی روائتی کھڈیوں پر حقائق الوسائل کی صورت میں جداگانہ نوع کی تانیاں بن چکے ہیں جن میں پائے جانے والے ان گنت چھید مادرزاد اندھوں کو بھی صاف دکھائی دیتے ہیں، تب ہی تو اب ان انصاریوں کی جگہ کچھ لوگوں نے اس بے جان مسئلہ میں تازہ روح پھونکنے کے لیے اپنے چکوں کو متحرک کر رکھا ہے۔

قارئین کو سلطنتِ قرآن کی سیر کراتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ اللہ کا قرآن معصومینؑ کی ولادت کے حوالے سے کس طرح راہنمائی کرتا ہے؟

قصہ حضرت مریمؑ:

حضرت مریم کو جب بیٹے کی بشارت دی گئی تو اس حالت وکیفیت کا قرآن نے یوں نقشہ کھینچا ہے کہ: "میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں، اور نہ ہی میں بدکردار ہوں"۔

(سورۂ مریم: آیت ۲۰)

حضرت مریم بتول (معصومہ) بی بی ہیں، پیدا ہونے والا بیٹا صاحب شریعت صاحبِ کتاب نبی معصومؑ ہے۔ پھر کیوں اتنی فکر مند ہوئیں۔

① کیوں یہ خیال نہ رکھا کہ آنے والا فرزند پیدا نہیں، نازل ہوگا، جس سے میری عصمت پر کوئی حرف نہ آئے گا۔

④ جب وہ اس لڑکے کے ساتھ حاملہ ہوگئیں، پھر وہ اس حمل کو لیے ہوئے دُور چلی گئیں۔ اس کے بعد دردِزہ اسے کھجور کے تنے کے پاس لے گیا اور کہا: کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ (سورۂ مریم: ۲۲۔۲۳)

اللہ فرما رہا ہے کہ حضرت مریم حاملہ ہوکر اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ اپنے بارے انتہائی لمحات کی آرزو کا اظہار کیا کہ اس حالت سے بہتر تھا کہ میں مرگئی ہوتی۔

محترم! ایک معصومہ بی بی کا اس طرح کا اظہارِ رنج وغم فطری بات ہے۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی ولادت کے عادی اسباب کے بارے قانونِ قدرت اور آئین فطرت سے پوری طرح آگاہ تھیں کہ جس بیٹے کی بشارت دی جا رہی ہے وہ نازل نہیں، بلکہ میرے شکم سے پیدا ہوگا، جبکہ میں شوہر دار نہیں۔ بغیر شوہر بیٹا پیدا ہوا، اور میں ماں بن گئی تو لوگوں کو کیا مُنہ دکھاؤں گی؟

حضرت ابراھیمؑ کو خوشخبری:

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے پاس جب فرشتے بشری شکل وصورت میں آئے اور کہا کہ ہم اللہ کے فرستادہ ہیں، آپ کو بیٹے کی بشارت دینے ہیں، تو جواباً حضرت ابراہیمؑ نے کہا: "تم مجھے اس حال میں بیٹے کی بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے؟"

(سورۃ الحجر: آیت ۵۴)

حضرت خلیل اللہؑ کی بیوی حضرت سارہ یوں کہتی نظر آتی ہیں کہ: "آپ کی بیوی چیختی ہوئی آئی اور اس نے اپنا مُنہ پیٹ لیا اور کہا: بوڑھی وبانجھ کے بچہ کس طرح ہوگا؟" (سورۃ الزاریات: آیت ۲۹)

ایک دوسرے مقام پر حضرت سارہ کے

تاثرات اس طرح سے بیان ہوئے کہ: ہائے میری مصیبت! کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی، جبکہ میں بوڑھی ہوچکی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہوچکے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے"۔ (سورۃ ہود: آیت ۷۲)

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی میں حضرت سارہ کا تعجب خیز خبر سن کر چیخنا چلانا، اور منہ پیٹنا تو مروجہ ماتم کے جواز میں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے لیکن کس قدر افسوس ہے کہ ان آیات کے دیگر کئی مطالب و مقاصد کے سدابہار پھول کاتک کے اندھوں کو کیوں نظر نہیں آئے کہ حضرت سارہ اور حضرت ابراہیمؑ اللہ کی جانب سے خوشخبری سننے کے باوجود اس پر تعجب فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں اولاد کیوں کر ہوگی، جبکہ ہم دونوں ان جواہر سے تہی دامن ہیں جو اولاد جننے کے لیے ضروری ہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں اولادِ آدمؑ کے روایتی طریقہ ولادت سے پوری طرح باخبر تھے جس میں نظریہ نزول کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔

حضرت ذکریاؑ کی دعا اور بیٹے کی خوشخبری:

حضرت ذکریاؑ نے وارث کی خواہش کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائی: "اور میری بیوی بانجھ ہے سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے ایک وارث عطا کر"۔ جب خوشخبری ملی تو ازراہِ تعجب کہا کہ: "میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا، جبکہ میری بیوی بانجھ اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں"۔ (سورۃ مریم: ۵۔۸)

مصنّف مذکور اس ریوڑ سے تعلق رکھتے ہیں جو قرآن سے دور ہو چکا ہے۔ اگر کلام خدا پڑھتے اور غور فرماتے کہ حضرت ابراہیمؑ ان کی بیوی اور حضرت ذکریاؑ نے ولادت کے عادی اسباب کا انکار نہیں کیا، جب کہ ابراہیمؑ و ذکریاؑ نبی ہونے کے ناطے معصوم اور ہونے والے بیٹے بھی معصوم، تو اگر کسی حوالے سے بھی ولادت کی جگہ نزول کا کوئی عنصر ہوتا تو تھوڑی سی توجہ ادھر بھی فرماتے کہ ہم معصوم نبی ہیں، بانجھ پن اور بڑھاپا ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں۔ کیونکہ ہم عادی ذرائع ولادت کے علاوہ نزولی طریقہ سے بھی صاحبِ اولاد ہو سکتے ہیں۔

قرآن مجید کی آباد و شادنگری سے دُور اپنے اور مفروضات و حکایات کی بدبودار نالیوں میں بہنے والے جن کا کہنا یہ ہے کہ آلِ محمدؐ کی ولادت (پیدائش) کے بارے تصور کرنا ہی حرام ہے۔ ہم جواباً عرض کریں گے کہ ان لوگوں کا ایسے سوچنا حرام ہے کہ آلِ محمدؐ کی ولادت نہیں بلکہ نزول ہوتا ہے۔ معاملات ان کی ابلیسی قیاسات کے مطابق ہوتے تو اللہ پاک اپنے کلام مجید میں حضرت مریمؑ اور حضرت سارہ کا قصہ یوں بیان نہ فرماتا۔ خدا جانے موصوف کن کھنڈرات کے باسی اور کس اجاڑ کے راسی ہیں کہ انھوں نے ابھی تک جناب سیدہ زہراءؑ کا دروازہ کے پیچھے دب جانا، حضرت محسنؑ کا شکم مادر میں شہید ہونا، بوقت غسل و کفن زخمی پہلو کا بیان، ہتک آمیز الفاظ اور توہین آمیز انداز میں گلوکاروں کی زبانی منبروں سے نہیں سنا۔

اس لرزہ خیز واقعہ کا یوں سننا، سن کر آنسو بہانا، اور جنت کا پٹہ اپنے نام لکھوانا، اگر صحیح و جائز ہے تو یہ تصور کیوں کر حرام ہو سکتا ہے کہ آلِ محمدؐ اور دیگر معصومینؑ کی

ولادت باسعادت عادی اسباب کے تحت ہے نزول کا کہیں دور دور تک نام ونشان نہیں۔

محترم! آپ خواہ مخواہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ ذرا یہ بتائیں کہ ـــــ کیا جناب رسالت مآبؐ حضرت عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ کے فرزند نہیں؟ کیا ان کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؑ نہیں؟ کیا ان کے شکم اطہر میں نہیں رہے؟ کیا یہ دونوں ہستیاں ان کے والدین نہیں؟ کیا نبی اکرمؐ ان کے فرزند نہیں؟ کیا مکہ میں پیدا نہیں ہوئے؟ خاندانی حوالے سے ہاشمی وقریشی نہیں؟ کیا ان کے چچا اور خالائیں نہیں؟ رسولِ معظمؐ کہیں سے نازل ہو کر مکہ نہیں آئے۔ اپنے باپ حضرت عبداللہؑ کے گھر پیدا ہوئے، اپنی ماں کا دودھ نوش فرما کر ان کی گود میں پرورش پائی اور اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی اپنی چالیس سالہ بشری زندگی کو بحیثیت معجزہ مشرکین مکہ کے سامنے پیش فرمایا۔

جناب امیرالمومنینؑ اور قائم آلِ محمدؑ کی ولادت کے بارے درج روایات صحیح ودرست ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ معصومینؑ کی ولادت طیب وطاہر ہوتی ہے لیکن یہ نہ بھولنا چاہیے کہ عادی طریقہ پر ولادت ہوتی ہے، نزول نہیں ہوتا۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ)

ملک الطاف حسین ڈھول

باب المتفرقات

حافظ عبدالجبار سلفی کے موقف پر ناصحانہ تبصرہ

قسط نمبر ا

علامہ آفتاب حسین الجوادی

ماہ نامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ بابت ماہ جون ۲۰۱۳ء میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث مفتی محمد زاہد صاحب نے بعنوان ''برصغیر کی دینی روایت میں برداشت کا عنصر'' ایک مضمون لکھا۔ کہ جس میں موضوع کے مطابق مُسلمانوں اور غیر مُسلموں میں باہمی تعلقات کے ساتھ ساتھ مُسلمانوں کے مُتعدّد گروہوں کی باہمی آویزش کا تذکرہ بھی کیا۔ اسی ضمن میں شیعوں اور سنیوں کے تعلقات کی تاریخ کے نشیب وفراز بھی سامنے لائے۔

یہ مضمون واقعی ایک تحقیقی مضمون ہے۔ جس میں اپنے موقف کو چھوڑے بغیر، رواداری اور تحمل کے اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے میں بقائے باہمی کے لیے مُفید معلومات فراہم کیں چونکہ جناب مفتی زاہد صاحب دیوبند مکتب فکر کے مُعتدل مزاج، فتنہ وفساد سے دور رہنے اور رکھنے کے لیے امت اسلامیہ کے خیرخواہ عالم دین ہیں۔ اس لئے انہوں نے ملت اسلامیہ کی خیرخواہی اور وحدت ویگانگت کے پیش نظر مبنی برحقائق مضمون رقم فرمایا۔

ان کا یہ مضمون علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا ہے اور کتابی صورت میں بھی شائع ہو کر پڑھے لکھے افراد سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ ایسی علمی کاوشوں کے پیہم رکھنے کی مزید خواہش ظاہر کی گئی ہے اور کیوں نہ ہو، کیونکہ موصوف کا مضمون بجا طور پر علمی جلال اور معتدل فکر کا بہترین عکاس ہے۔ جس میں مختصر مگر مدلل اور مضبوط حقائق کو بیان کیا گیا ہے ایسے مضامین جہاں ایک طرف علمی میدان میں حقیقت پسندی، وسعت نظری جیسے اہم تحقیقی روش ومنہج کو فروغ دیتے ہیں تو دوسری جانب اسلامی معاشرے میں اعلیٰ علمی واخلاقی اقدار کو رواج دینے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں بہرحال کسی موضوع میں بھی افراط وتفریط درست روش نہیں ہے۔ یہ بات اہل تحقیق کے ہاں ہمیشہ سے ثابت رہی ہے کہ کسی بھی مسئلے میں حقائق تک رسائی اور اس میں منطقی نتائج حاصل کرنے کے لیے تعصب، انفرادی وگروہی رجحانات اور محدود مطالعہ سے اجتناب کرنا نہایت ناگزیر ہے پس تحقیق میں ان عناصر کی آمیزش کے بعد جو رائے تشکیل پاتی ہے وہ مکڑی کے تنے ہوئے جالے سے بھی کمزور ہوتی ہے اگر ہمہ جہت مطالعہ ہو تو موضوع سے متعلق ہر پہلو اور زاویہ مدنظر رہتا ہے اگر تمام تر گروہی رجحانات طبعی میلانات، تعصب وہٹ دھرمی کی آلودگی سے صاف شفاف تحقیق کی جائے

تو یقیناً ایک مستحکم اور مضبوط نظریہ قائم ہوتا ہے جسے اعتراضات کی تند و تیز آندھیاں بال برابر ہٹا نہیں سکتیں۔ لہٰذا علمی و تحقیقی میدان میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

"کسی قوم کی عداوت تمہیں ناانصافی پر آمادہ نہ کردے، انصاف کیا کرو، جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔" (سورہ مائدہ آیت ۸)

افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ حافظ عبدالجبار سلفی صاحب نے ماہنامہ "حق چار یار" شمارہ ۷ جولائی ۲۰۱۳ اور ماہنامہ "الشریعہ" اگست ۲۰۱۳ء میں شیخ الحدیث صاحب کے اس تحقیقی مضمون پر بے جا تنقید اور سوقیانہ زبان استعمال کر کے بڑے تعصب کا مظاہرہ کیا ہے اگر انصاف کے ترازو میں تولا جائے تو تحقیق اور سنجیدگی سے دور اپنے مخصوص مسلکی موقف کو جذباتی تحریر سے مسلط کرنے کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے یہ حقیقت اپنے مقام پر بجا ہے کہ سلفی صاحب کے بعض مضامین قلم گردی اور علمی سطح پر بدامنی کا موجب بن رہے ہیں ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی تحریر میں مخالف کو نیچا دکھانے میں ہی کوشاں رہتے ہیں خواہ انہیں بے دریغ کتر و بیونت اور علمی خیانتوں سے ہی کام لینا پڑے۔ موصوف اس قسم کی وارداتوں سے ہرگز نہیں چوکتے۔ دسیوں مقامات پر ان کی "نام نہاد تحقیق" کا یہی انداز ہے۔ تند و تیز، غیر ادبی پیرائے میں حقائق کا قتل کرتے ہوئے پنجابی طنز و تشنیع کے تیر چلانا ہی ان کا مشغلہ اور طرز تحریر ہے۔ عرصہ چند سال سے انہوں نے ماہنامہ حق چار یار لاہور میں مسلمانوں کے ایک بڑے مسلک شیعہ کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا ہوا ہے جو انتہائی قابل تشویش ہے یہ روش دائرہ تحقیق میں ہو تو قابلِ توجہ ہے حالانکہ اس میں تحقیق کا ذرا برابر بھی پہلو نظر نہیں آتا اس کے باوجود ہم خامہ فرسائی کر رہے ہیں لہٰذا انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ

ہم ہیں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا نظام
وہ سمجھتے ہیں ہمیں طاقتِ فریاد نہیں

اگر سلفی صاحب کو تحقیق میں طبع آزمائی کا زیادہ شوق دامن گیر ہے تو میدان میں اتریں دائرہ تحقیق میں رہتے ہوئے جس موضوع پر آپ چاہتے ہیں اسی پر گفتگو کر لیتے ہیں مگر ایک موضوع پر بحث مکمل ہونے تک دوسرے کسی موضوع کو شروع نہیں کیا جائے گا، ہم حاضر ہیں۔

اب آئیے اصل بحث کی طرف!

سلفی صاحب نے اپنے مضمون میں مفتی صاحب کے موقف کو غلط قرار دیتے ہوئے شیعہ کے خلاف خوب زہر افشانی کی ہے۔

لہٰذا ہم اختصار کے پیشِ نظر اور طوالت سے بچنے کے لیے سلفی صاحب نیز قارئین کی خیر خواہی کے لیے اصل حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

حافظ عبدالجبار سلفی صاحب اپنے مضمون کی ابتداء ہی میں عدم برداشت کا درس دیتے ہوئے لکھتے

ہیں کہ ''کیا دیوبندی وبریلوی، حنفی وغیر مُقلّد، مرزائی وُمسلمان، حیاتی ومماتی، ملاوصوفی حتی کہ مدنی وتھانوی تک کے دائروں میں برداشت، تحمل، وسعت نظر اور باوقار اختلاف موجود ہے؟''

جب عدم برداشت معاشرے کے ہر ہر فرد کے لہو میں سرایت کرکے خاکم بدہن بلڈکینسر کا روپ دھار چکا ہے تو پھر شیعیت ہی موضوع سخن کیوں ہے؟ یہ تنگ نظری اور عدم برداشت کا سبق سلفی صاحب جیسے لوگ ہی دیتے رہتے ہیں اسی سے بقول اقبال معاشرے میں فساد اور اختلاف کے شعلے بلند ہوکر اسلامی قوت کو جلا کر راکھ کرنے کا سبب بنتے ہیں یہی لوگ اس آتش فساد کو مزید ہوا دیتے ہیں تاکہ امت اسلامیہ کا کوئی تنکا بچ نہ پائے۔

حافظ عبدالجبار سلفی صاحب نے مفتی زاہد صاحب کے ایک اقتباس کا خلاصہ درج کیا ہے جو یہ ہے کہ

۱۔ اہل سنت اور اہل تشیع میں نازک مسائل میں اختلاف رہا ہے۔
۲۔ یہ اختلافات کبھی جانی خطرات کا باعث نہیں بنے۔
۳۔ مقدس شخصیات کی عقیدت کی وجہ سے اس اختلاف نے اصولی اختلاف کی حیثیت اختیار کرلی۔
۴۔ فریقین میں بہت سے مشترکات اب بھی موجود ہیں۔
۵۔ اصل الاصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

بعد ازاں اپنے خلاصہ کو بنیاد بنا کر ارباب فکر ونظر کو غور کی دعوت دیتے ہیں کہ یہ اصولی اختلافات ہیں پھر اشتراک کیوں؟

یہ نتیجہ اور اس پر اعتراض کی ساری عمارت ہی کج فہمی اور کج بحثی کا شاہکار ہے۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ مقدس شخصیات سے عقیدت کی وجہ سے یہ اختلاف اصولی بنا ہے ان کی مراد یہ ہے درحقیقت یہ اختلاف اصولی نہیں ہے۔ عقیدت کی بنا پر اسے اصولی بنا دیا گیا ہے۔ اب آئیے اصل بحث کی طرف! سلفی صاحب نے اپنے مضمون میں مختصر سی لفاظی کرنے کے بعد فتح القدیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام کی ایمانی جلالت یونہی تو نہیں کہہ اٹھی کہ

ان من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع فان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فھو کافر

ترجمہ: ''جو حضرت علی کو حضرات ثلاثہ پر ترجیح دے وہ بدعتی ہے اور جو حضرات ابوبکر وعمر کو خلیفہ نہ مانے وہ کافر ہے'' (فتح القدیر جلد اول ۳۰۴)

صاحب فتح القدیر کا یہ لکھنا کہ جس نے علی کو تینوں اصحاب پر فضیلت دی وہ مبتدع ہے، یہ بالکل غلط اور خلاف تحقیق بات ہے اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو اس فتوے کی زد میں بے شمار صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ بھی آتے ہیں اور دیگر کئی مفاسد لازم آئیں گے، چنانچہ تمام بنو ہاشم اور بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ وتابعینؒ حضرت علی المرتضیٰؓ کو دیگر سے افضل مانتے تھے جیسا کہ علامہ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اس مسئلہ تفضیل سے متعلق سلف کی آراء کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

اختلف المسلمون فیمن ھو افضل الناس بعد

الانبیاء علیہم السلام فذھب بعض اھل السنۃ و بعض المعتزلۃ و بعض المرجئۃ و جمیع الشیعۃ الی ان افضل الامۃ بعد رسول ﷺ علی بن ابی طالب و قد روینا ھذا القول نصاً عن بعض الصحابۃ رضی اللہ عنھم و عن جماعۃ من التابعین والفقھاء

ترجمہ: "مسلمانوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد کون سب سے افضل ہے؟ بعض اہل سنت، بعض معتزلہ، بعض مرجئہ اور تمام شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پوری امت سے افضل علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ یہ قول ہم نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین کی ایک جماعت اور بہت سے فقہاء سے نصاً روایت کیا ہے۔ (کتاب الفصل فی الاھواء الملل والنحل جلد ۴، ص ۱۱۱، ۱۲۰ طبع مطبعۃ التمدن مصر ۱۳۲۱)

حافظ ابن عبدالبر اندلسی متوفی ۴۶۳ھ نے "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۳، ص ۲۷، مطبعۃ السعادۃ مصر میں تحریر کیا ہے

"و روی عن سلمان و ابی ذر و المقداد و خباب و جابر و ابی سعید الخدری و زید بن ارقم ان علی بن ابی طالب اول من اسلم و فضلہ ھولاء علی غیرہ"

ترجمہ: "سلمانؓ (فارسی)، ابوذر غفاریؓ، مقدادؓ، خبابؓ، جابرؓ، ابوسعید خدریؓ اور زیدؓ بن ارقم سے مروی ہے کہ علیؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ ان صحابہ نے علیؓ کو باقی سب صحابہ سے افضل قرار دیا۔"

(کذا فی الصواعق المحرقہ ص ۵۸، البراھین القاطعہ للکمال الدین جھرمی)

حافظ ابو بکر، احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد جلد ۹، ص ۲۹۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

فاما العباس فمات و علیؓ عندہ افضل الصحابۃ

"رہی بات عباسؓ کی سو وہ وفات پا گئے جب کہ حضرت علی المرتضیٰؓ ان کے نزدیک تمام صحابہ سے افضل تھے۔"

مزید تفصیل مقالات الاسلامیین لابی الحسن اشعری اسد الغابہ لابن اثیر جزری، تکمیل الایمان لشیخ عبدالحق دہلوی اور فتاوی عزیزی وغیرہ کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اور بے شمار تابعینؒ حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل مانتے تھے مثلاً حضرت اعمشؒ سلمان بن مہرانؒ متوفی ۱۴۸ھ جو حافظ، ثقہ اور شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب تھے، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی متوفی ۱۵۰ھ، شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ امام عبدالرزاقؒ بن ہمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ جن کو بے شمار محدثین نے ثقہ کہا ہے، محدث عبدالرحمٰنؒ بن ابی حاتم رازی صاحب الجرح والتعدیل متوفی ۳۲۷ھ اور عبیداللہؒ بن موسیٰ جیسی شخصیات حضرت علی المرتضیٰ کو افضل مانتی تھیں۔

(دیکھیے میزان الاعتدال للذہبی جلد ۲، ص ۵۸۸)

اس سلسلہ میں مزید برآں حاشیہ عبدالحکیم

سیالکوٹی علی الخیالی ص ۲۱۲ طبع نولکشور، تدریب الراوی للسیوطی ص ۴۰۸ طبع مدینہ منورہ، شرح فقہ اکبر للملا علی قاری ص ۷۷ طبع دہلی، شرح مقاصد جلد ۲، ص ۲۵۸ طبع قسطنطنیہ، مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۱ طبع بمبئی اور فیض الباری للمحدث انور شاہ کشمیری جلد ۳، ص ۵۸ طبع ڈابھیل وغیرہم کتب دیکھی جائیں۔

تاہم ابن حجر مکی ہیتمی نے اس بحث میں الجھ کر بالآخر تسلیم کیا کہ تفضیل کا مسئلہ ظنی ہے۔ علامہ رازی اور علامہ آمدی نے اسے مطلق ظنی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام غزالی کے استاد امام الحرمین ابی المعالی عبد الملک جوینی متوفی ۴۷۸ھ لکھتے ہیں:

هذه المسئلة (تفضيل) لا أراها قطعية.

''میں اس مسئلہ تفضیل کو قطعی نہیں سمجھتا''

(کتاب الارشاد ص ۳۶۳)

جب یہ ظنی ہے تو اس ظن وتخمین اور بے دلیل اجتہاد کی بنیاد پر افضلیت علی المرتضیٰؓ کے قائلین کو بدعتی قرار دینا کم علمی اور ساقط الاعتبار ہونے کی دلیل ہے۔ ایسے لوگوں کو فتوے جاری کرنے کا کوئی حق نہیں ہے نہ ہی ان کے ایسے فتووں کی کوئی شرعی حیثیت ہے۔ کیا انہوں نے سوچا کہ ان کے فتووں کی زد میں جلیل القدر صحابہؓ اور تابعینؒ بھی آرہے ہیں؟ محض شیعوں کی ضد میں اندھے ہو کر فتوے داغنا کوئی علمی اسلامی خدمت نہیں ہے۔

رہا یہ کہ ''جو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے''، معلوم ہونا چاہیے کہ اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ اور فرقہ وارانہ تعصب کو اشتعال دلانے والے فتوے محققین علماء اہل سنت نے نہیں دیئے بلکہ یہ غیر محققین کی طرف سے اسلامی شریعت کے تقاضوں سے ناواقفیت کی بنا پر درج کر دیئے گئے ہیں جن سے آج تک کم فہم مفسدین استدلال کرتے آرہے ہیں چنانچہ مفتی اول حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند ایک سوال کے جواب میں اپنا ایک تحقیقی فتویٰ دیتے ہیں کہ جس میں انہوں نے شیعہ کی تکفیر کو غیر محققین کی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ سوال وجواب درج ذیل ہے کہ

سوال: ۱۶۹۸، ۱۴۱۳: مسماۃ ظہور فاطمہ مذہب شیعہ تبرائی نے انتقال کیا اور مسماۃ حمید النساء ہمشیرہ حقیقی سنی اور مہدی حسن بھتیجا حقیقی اہل سنت والجماعت اور ایک خالہ مسماۃ نظیر النساء شیعہ چھوڑی۔ اب ترکہ متوفیہ جبکہ وہ شیعہ تبرائی خلفاء ثلاثہ سے منکر تھے تو حمید النساء مذکور اور مہدی حسن مذکور جو اہل سنت ہیں اس کا ترکہ پاویں گے یا خالہ مسماۃ نظیر النساء جو کہ شیعہ ہے؟

الجواب: محققین حنفیہ شیعہ تبرا گو اور منکر خلافت خلفاء ثلاثہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے مگر صحیح قول محققین کا ہے کہ سبّ شیخین اور انکار خلافت خلفاء کفر نہیں ہے فسق وبدعت ہے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں توریث جاری ہوگی۔۔۔۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۷، ۸، ص ۳۵۰ عزیز الفتاوی کتاب الفرائض، طبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

(باقی آئندہ)

باب العقائد

⑦ لوگوں کے سینہ میں حسد اور بغض وکینہ کا جو غبار ہوگا وہ محبت وآشتی کے پانی سے دھل جائے گا۔

⑧ موالیانِ اہل بیتؑ کی قوت بصارت وسماعت میں غیر معمولی ترقی ہوجائے گی، یہاں تک کہ شرق و غرب میں رہنے والے مومنین ایک دوسرے کو دیکھ کر باہم گفتگو کرسکیں گے۔

⑨ اہل ایمان کی تمام جسمانی بلیات و آفات اور امراض وعاہات دور ہوجائیں گی۔

⑩ زمین عدل وانصاف اور آں جنابؑ کے مراحم و الطاف سے لبریز ہوجائے گی۔

⑪ تمام ادیانِ باطلہ لوحِ کائنات سے حرفِ غلط کی طرح محو کردیے جائیں گے۔ اور بجز دین حق اور کوئی مذہب اور دین باقی نہیں رہے گا۔

⑫ حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام آنجناب کی نصرت وہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کے لیے آسمان سے زمین پر نزول اجلال فرمائیں گے۔ اورامام زمانہ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔

الیٰ غیر ذٰلک من الوقائع الوفیرۃ المفرحۃ للمومنین والمقرحۃ للمعاندین اکمال الدین منن الرحمٰن

(غایۃ المقصود و بحار الانوار وغیرھا)

اللھم عجل فرجہ و سھل مخرجہ و اکحل ناظرینا
بنظرۃ منا الیہ و اجعلنا من اعوانہ و انصارہ

☆

☆ محمد نواز خان لاہڑی رئیس اعظم کوٹ چوغطہ ضلع سرگودھا رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم انتہائی غریب پرور اور عزادار سید الشہداء تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

(شریک غم ادارہ)

☆ جامعہ ہذا کے طالب علم محمد ممتاز کی دادی محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ (شریک غم ادارہ)

☆ جامعہ ہذا کے طالب علم افتخار حسین کے پھوپھی زاد بھائی ریاض حسین رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

(شریک غم ادارہ)

☆

Registered No. (G) H.C/722